عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۷ روپے

جلد: ۲۶ | ۱۰ تا ۱۷ محرم ۱۴۲۱ھ مطابق یکم تا ۷ فروری ۲۰۰۷ء | شمارہ: ۵

انسانی فطرت

عقل و مذہب کا باہمی ربط

ختمِ نبوّت

علم و عقل کی روشنی میں

توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی کا عندیہ

عورتوں سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http//WWW.khatme-nubuwwat.org
http://WWW.khatme-nubuwwat.com

توہین رسالت کا مرتکب واجب القتل ہے:

س:..... اگر اسلامی حکومت میں رہنے والا کافر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ گالی دے تو کیا اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا؟

حدیث میں ہے کہ جو ذمی اللہ کے رسول کو گالی دے اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے وہ واجب القتل ہے۔

ج:..... فقہ حنفی میں فتویٰ اس پر ہے کہ جو شخص اعلانیہ گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے۔ درمختار اور شامی میں اس کا واجب القتل ہونا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور خود شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (جن کو غیر مقلد اپنا امام مانتے ہیں) کی کتاب ''الصارم المسلول'' میں بھی حنفیہ سے اس کا واجب القتل ہونا نقل کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے:

''تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احدا صحابہ الکرام علیہ و علیہم الصلوۃ والسلام''۔

یہ رسالہ مجموعہ رسائل ابن عابدین میں شائع ہو چکا ہے۔ الغرض ایسے گستاخ کا واجب القتل ہونا تمام ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اور یہ جو بحث کی جاتی ہے کہ اس سے عہد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یہ محض ایک نظریاتی بحث ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے اور کافر وہ پہلے ہی سے ہے لہٰذا اس سے ذمہ نہیں ٹوٹے گا مگر

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

اس کی یہ حرکت موجب قتل ہے۔

اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص ذمی نہیں رہا حربی بن گیا لہٰذا واجب القتل ہے۔

پس نتیجہ بحث دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلا۔ نظریاتی بحث صرف توجیہ و تعلیل میں اختلاف کی رہی۔ حدیث میں بھی اس کے واجب القتل ہونے ہی کو ذکر فرمایا گیا اس کے ذمہ ٹوٹنے کو نہیں۔ اس لئے یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں۔

آنحضرت کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کرنا بھی کفر ہے:

س:..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کے باوجود بھی کیا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟

ج:..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی توہین بھی کفر ہے۔ فقہ کی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

مردہ دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے:

س:..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کو دفن کیا جاتا ہے اور دفن کرنے والے لوگ جب واپس آتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کی چپل کی آواز سنتا ہے۔ عذاب قبر برحق ہے یا نہیں؟

ج:..... عذاب قبر برحق ہے اور مردے کا واپس ہونے والوں کے جوتے کی آہٹ کو سننا صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ (ص:۱۷۸ ج ۱)

ہفت روزہ ختم نبوت

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی
مدیر: مولانا اللہ وسایا

جلد:۲۶ شمارہ:۵ ۱۰تا۱۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق یکم تا۷/فروری ۲۰۰۷ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان فاضی احسان احمد شجاع آبادی
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر — مولانا سعید احمد جلالپوری
علامہ احمد شبیر قاسمی — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
صاحبزادہ سید محمد سلیمان بنوری — مولانا بشیر احمد
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی — مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ • منظور احمد مینو ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی کا عندیہ	اداریہ	۴
ختم نبوت علم وعقل کی روشنی میں	فرید الدین مسعود	۶
کتب سیرت کی تحسین کریں	مولانا ابن الحسین	۸
عورتوں سے متعلق حضور اکرم ﷺ کے ارشادات	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۱
گلدستہ احادیث	مولانا نعیم الدین	۱۳
تلاش علم	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۱۵
انسانی فطرت، عقل ومذہب کا باہمی ربط	مولانا محمد زکریا بنوری	۱۷
اولاد کی تعلیم وتربیت	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ	۲۰
موت کی یاد کا حکم	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۲۲
خبروں پر ایک نظر		۲۶

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک نوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: 4514122-4583486 فیکس: 4542277
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: 2780337 فیکس: 2780340
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی کا عندیہ

پاکستان کی حکمراں جماعت پاکستان مسلم لیگ (ق) کے سیکریٹری جنرل مشاہد حسین نے گزشتہ دنوں توہین رسالت کے قانون کے بارہ میں یہ انکشاف کرکے مسلمانانِ پاکستان کو شدید تشویش وکرب میں مبتلا کردیا ہے کہ پاکستان نے عام انتخابات کے بعد توہین رسالت کے قانون کو تبدیل کرنے کا منصوبہ بنالیا ہے۔ اس حوالہ سے درج ذیل خبر اخبارات میں شائع ہوئی:

''توہین رسالت کے قانون کو انتخابات کے بعد تبدیل کیا جائے گا: مشاہد حسین

پیرس (رائٹر) پاکستان مسلم لیگ کے سیکریٹری جنرل مشاہد حسین نے منگل کو کہا کہ پاکستان نے توہین رسالت کے قانون کو تبدیل کرنے کا منصوبہ بنالیا ہے۔ سال رواں کے آخر یا اگلے سال کے شروع میں ہونے والے عام انتخابات کے بعد اس قانون کو تبدیل کیا جائے گا۔..... ایک سوال کے جواب میں کہ اسلام آباد توہین رسالت کے قانون کو کب تبدیل کرے گا؟ انہوں نے کہا کہ انشاء اللہ الیکشن کے بعد۔..... تاہم انہوں نے تفصیل نہیں بتلائی کہ اس قانون کو کس طرح تبدیل کیا جائے گا۔''

(روزنامہ دی نیوز انٹرنیشنل کراچی مورخہ ۲۴/ جنوری ۲۰۰۷ء)

توہین رسالت کے قانون سمیت اسلامی قوانین کے خلاف خاصے عرصے سے جو بحث چل رہی ہے اور حکومت کی جانب سے ان قوانین میں تبدیلی کے حوالے سے جو باتیں سامنے آرہی ہیں' وہ صاف ظاہر کررہی ہیں کہ حکومت اسلامی قوانین بالخصوص توہین رسالت کے قانون کے خلاف مکمل طور پر امریکا اور مغرب اور ان کی پروردہ اقلیتوں اور این جی اوز کی حمایت وہم نوائی کررہی ہے۔ لیکن اندرون خانہ وہ کون سی اقلیت ہے جو اس قانون کے خلاف اپنی پوری قوت جھونک چکی ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ کس اقلیت کو توہین رسالت کے الزام میں سب سے زیادہ مقدمات کا سامنا ہے' بالفاظ دیگر کس مذہب کے پیروکار سب سے زیادہ توہین رسالت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ جاننے کے لئے درج ذیل خبر ملاحظہ فرمایئے:

''توہین رسالت کے کسی ملزم کو سزا نہیں ہوئی' قانون ختم کیا جائے: مینارٹی رائٹس کمیشن

پاکستان کا آئین اسلامی ہے' شریعت کورٹس سمیت کسی نئے آئین کی ضرورت نہیں: جوزف فرانسس' یونس عالم

کراچی (جنرل رپورٹر) مینارٹی رائٹس کمیشن آف پاکستان کے رہنماؤں جوزف فرانسس اور یونس عالم نے مطالبہ کیا ہے کہ توہین رسالت سمیت اقلیتوں کے خلاف تمام قوانین کو ختم کیا جائے کیونکہ ان قوانین کے غلط استعمال سے اقلیتوں کو ہراساں کیا جارہا ہے۔ کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مینارٹی رہنماؤں نے کہا کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے جس کے بعد شریعت کورٹس سمیت کسی نئے آئین کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی حکومت ایک طرف امتیازی قوانین میں تبدیلی کی بات کررہی ہے جبکہ دوسری جانب صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت شریعت بل اور حسبہ ایکٹ کے ذریعے صوبے میں طالبان طرز کا نظام لانا کے لئے کام کررہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پچھلے تین سالوں میں چرچوں پر حملوں سے ۵۲ مسیحی ہلاک اور ۱۲۶۲ افراد زخمی ہوچکے ہیں جبکہ مساجد اور امام بارگاہوں پر حملوں کے نتیجے میں بھی ہزاروں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۸۶ء سے لے کر اب تک توہین رسالت کے قانون کے تحت ۵۴ مسلمانوں' ۲۰۰۳ احمدیوں' ۸۷ مسیحیوں اور ۸ ہندوؤں کے خلاف کارروائی کی گئی۔ توہین رسالت کے

قانون کے ایک ملزم کو بھی سزا نہیں ہوئی ہے۔ اگر لوئر کورٹس نے کسی مجرم کو سزا بھی دی ہے تو اعلیٰ عدالتوں نے انہیں بری کر دیا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اقلیتوں کے خلاف تمام قوانین کو ختم کیا جائے۔'' (روزنامہ ''خبریں'' کراچی ۱۰/ اگست ۲۰۰۴ء)

اس خبر سے یہ ہولناک انکشاف ہوتا ہے کہ اب تک ۲۰۰۳ قادیانیوں نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے' یہ تعداد کسی بھی دیگر اقلیت کے مقابلے میں زیادہ ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ ہے۔ دیگر ہر اقلیت کی جانب سے توہین رسالت کا ارتکاب ایک سو مرتبہ بھی نہیں کیا گیا جو اس جرم کو ہلکا یا اس کی شدت میں کمی تو کسی صورت نہیں کرتا لیکن یہ ضرور ظاہر کرتا ہے کہ اس مذہب کے افراد میں مجموعی طور پر اس جرم کے ارتکاب کا نہ تو کوئی خاص رجحان پایا جاتا ہے اور نہ اس مذہب کی بنیاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر رکھی گئی ہے۔ اس کے برعکس قادیانی جماعت کے پیروکاروں کی جانب سے توہین رسالت کے ارتکاب کی شرح کا دیگر اقلیتوں کے مقابلے میں دو سو فیصد سے بھی زائد ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ قادیانیت دراصل توہین رسالت کا دوسرا نام ہے اور قادیانی مذہب بحیثیت مجموعی عظمت رسول کے خلاف عقائد رکھنے اور ناموس رسالت کو داغدار کرنے کی گھناؤنی سازش و کوشش کا دوسرا روپ ہے۔ جو اعداد و شمار ہم نے پیش کئے ہیں ان پر اعتراض اس لئے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ اعداد و شمار خود اقلیتوں کے پیش کردہ ہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اگر اس میں توہین رسالت کے ان واقعات کو بھی شامل کر لیا جائے جو قادیانی روزمرہ انجام دیتے ہیں تو توہین رسالت کے واقعات کے تعداد لاکھوں بلکہ شاید کروڑوں تک جا پہنچے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ توہین رسالت پر مشتمل عقائد رکھنا ہر قادیانی کے لئے لازمی ہے۔ یہ ان کے ایمان کا حصہ ہے اور ان گستاخانہ عقائد کا اظہار کر کے توہین رسالت کرنا ان کا مذہب ہے' ہر روز جتنی مرتبہ وہ اپنے گستاخانہ اور توہین رسالت پر مشتمل عقائد کا اظہار کرتے ہیں' اتنی مرتبہ وہ توہین رسالت کے مرتکب ہوتے ہیں' ذرا غور فرمائیے:

۱:..... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا جنم مرزا غلام احمد قادیانی کو قرار دینا'

۲:..... گنبد خضرا کے مقابلے میں گنبد بیضاء بنانا'

۳:..... مرزا قادیانی کی بیویوں کو امہات المومنین' اس کے ساتھیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور اس کی اولاد کو نبی کی اولاد قرار دینا'

۴:..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر اور وجود پاک کے بارے میں یہ کہنا کہ آپؐ کو جس وجود سے معراج ہوئی وہ یہ مگنے موتنے والا وجود نہ تھا'

۵:..... مرزا قادیانی کو تمام انبیاء کا ظل اور بروز قرار دینا'

۶:..... مرزا قادیانی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ بلکہ ان سے بڑھ کر سمجھنا'

۷:..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا کہ نعوذ باللہ آپؐ وہ پنیر کھاتے تھے جس میں سؤر کی چربی پڑتی تھی'

۸:..... مرزا قادیانی کو بعینہٖ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نجس وجود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس وجود ماننا'

۹:..... یہ عقیدہ رکھنا کہ مرزا قادیانی وہی محمد رسول اللہ ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئے اور پھر قادیان میں دوبارہ پیدا ہوئے'

۱۰:..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات و خصوصیات کو مرزا قادیانی کی طرف منسوب کرنا'

کیا یہ کھلی توہین رسالت نہیں ہے؟ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ کیا ایسے گستاخانہ عقائد و نظریات رکھنا اور ان کا پرچار کرنا بدترین توہین رسالت نہیں ہے؟ ذرا انصاف کیجئے کہ کیا ایسی توہین کے مرتکب افراد کو سزا ملنی چاہئے یا نہیں؟ ملنی چاہئے اور یقیناً ملنی چاہئے۔

اوپر درج خبر سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ درحقیقت قادیانی جماعت اندرون خانہ توہین رسالت کے قانون کو ختم کرانے کے لئے سرگرداں ہے۔ ہم اس موقع پر تمام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ قادیانی جماعت کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے میدان عمل میں اتر آئیں۔ حکومت سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ قادیانی جماعت کی باتوں میں نہ آئے اور توہین رسالت کے قانون اور اسی طرح دیگر اسلامی قوانین کو ان کی اصل شکل و روح کے مطابق برقرار رکھے۔ یہی اسلام اور انصاف کا تقاضا ہے۔

ختم نبوت

علم وعقل کی روشنی میں

فریدالدین مسعود

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔ اسلام خدا کا آخری پیغام اور زندگی کا مکمل نظام ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم' سنت متواترہ' اجماع امت اولین و آخرین اور قیاس چاروں دلائل کی رُو سے ایک طے شدہ امر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ رب العٰلمین ہیں۔ رب کے معنی یہی ہیں کہ کسی چیز کو اس کے مناسب ترتیب دے کر تدریجاً کمال تک پہنچانے والا۔ اسی ربوبیت کا تقاضا تھا کہ انسان کے مادی ارتقاء کو حد تکمیل تک پہنچانے کے لئے سارے مادی اسباب کا انتظام فرمایا گیا۔ پس رب العٰلمین کی حکمتِ بالغہ سے یہ کیونکر متصور ہوسکتا ہے کہ وہ انسان کی روحانیت کی تکمیل کا بندوبست اور اس کا مکمل انتظام نہ فرمائے؟ روح عالم امر کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر و تذکیر ہی سے اس کی تسکین ہوتی ہے۔ خدائے رحیم و کریم نے بے پناہ ربوبی شفقت ہی کی بنا پر مادی ارتقاء کے اسباب مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی ابتدائی آفرینش ہی سے انسانیت و روحانیت کی تربیت وترقی کے لئے وحی اور نبوت کا سنہری سلسلہ جاری فرمایا اور بتدریج اس کو تکمیل تک پہنچایا۔

انسان اس انسانیت کے ارتقاء کی راہ میں بالکل اس قافلہ کی مانند ہے جو ایک متعین منزل کی طرف رواں دواں ہے' لیکن اس منزل تک پہنچنے کے راستے سے وہ آگاہ نہیں' کوئی واقف راہ' شفیق رہنما اس کو راہ کی کچھ نشانیاں بتا دیتا ہے اور وہ قافلہ اس کی بتائی ہوئی نشانیوں کے مطابق کچھ راستہ طے کر لیتا ہے' لیکن اب اس قافلہ کو پھر کسی رہنما کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ اس کی بتائی ہوئی علامات کے مطابق مزید کچھ اور فاصلہ طے کر لیتا ہے' اس طرح منزل کی طرف بڑھنے کی صلاحیت میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے' بالآخر اسے ایک ایسا شخص مل جاتا ہے جو اسے راہ سفر کا ایک مکمل نقشہ دے دیتا ہے اور قافلہ اس نقشے کے حاصل کرنے کے بعد کسی نئے رہبر کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں انسان اور معاشرہ کا ارتقاء کوئی اندھا دھند عمل میں آنے والی حرکت نہیں' بلکہ یہ ایک بامقصد عمل ہے' اور اس کی ایک ہی راہ ہے' جسے صراط مستقیم کہا گیا ہے' اس عمل کا نقطۂ آغاز' راہ سفر اور منزل مقصود سب متعین ہیں۔

سنت الٰہی کے مطابق نبوت اور وحی کی یہ راہ بتدریج کمال تک پہنچی ہے' جیسا کہ ایک عمارت مکمل ہوتی ہے' عمارت کی تعمیر کا ہدف اس کے ستون اور دیواریں ہیں' ان سے ایک مکمل مکان ہوتا ہے۔ نبوت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ نبوتِ مصطفویؐ اس کی کامل صورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم و مکمل ہو جانے کے بعد وہ مزید کسی اضافے کو قبول نہیں کرتا' کیونکہ تکمیل کے بعد کوئی اضافہ کمال کے منافی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے!

یہ تکمیل انسانی ارتقاء کا ایک امر فطری ہے۔ ایک انعام خداوندی و موہبت الٰہی کی حیثیت سے قرآن اسی اتمام کا اعلان کرتا ہے:

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا." (المائدہ)

عقیدۂ ختم نبوت کا انکار دراصل انسان اور انسانیت کی فطری تکمیل اور ایک نعمتِ الٰہی سے بغاوت ہے۔ دوسرے نبی کی ضرورت عقلاً کئی وجوہ سے ہوتی ہے اور ماضی کی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے:

(۱) کسی کی نبوت وقتی ہو' پس وہ وقت گزر جانے پر دوسرے کسی نبی کی ضرورت ہو۔

(۲) کسی کی نبوت کسی خاص علاقے تک محدود ہو' پس اس محدود علاقہ کے باہر کے لئے کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہو۔

(۳) کوئی نبی اپنی حمایت و تائید میں دوسرے کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مانگ لیا تھا۔

(۴) نبی کی تعلیمات محفوظ نہ رہیں تحریف کا شکار ہو جائیں۔

(۵) دین و شریعت کی تکمیل نہ ہوئی ہو۔

ان تمام وجوہ پر اگر ہم نظر کریں تو دیکھتے ہیں کہ نیا نبی ظلی ہو یا اصلی اب اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ آپ کی نبوت کسی زمان و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"و ما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً و لکن اکثر الناس لا یعلمون."

ایسا ہی آپؐ نے اپنی تائید کے لئے کسی کو رب العزت سے طلب بھی نہیں کیا۔ اس کے برخلاف قرآن کریم میں صاف اعلان ہوتا ہے:

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین."

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بھی من و عن محفوظ ہیں لفظاً بھی اور معناً بھی ارشاد ہوتا ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون."

اس کے ساتھ ساتھ دین محمدیؐ کی تکمیل و اتمام کا بھی واضح طور پر اعلان کر دیا گیا:

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا." (المائدہ)

ختم نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا طرۂ امتیاز اور خاصہ لازمہ ہے اور اس صفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کو ذات و صفات میں لاشریک ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کو معبود و الٰہ ماننا مگر الٰہ واحد اور اکیلا نہ ماننا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی رسول صلی اللہ علیہ سلم کو رسول تو مانتا ہے مگر آخری نبی و رسول نہیں مانتا تو یہ ماننا بھی حقیقتاً نہ ماننے کے مترادف ہے۔

شاید یہ بھی ایک حکمت ہو کہ کلمۂ شہادت میں اللہ رب العزت کی الوہیت کی توحید کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت بھی لی گئی ہے اور یہ گویا اس بات کی وضاحت ہے کہ ایمان کے لئے اللہ کو ماننے میں جیسا کہ موحد ہونا ضروری ہے ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاؐ و المرسلین یقین کرنے میں بھی موحد ہونا ضروری ہے۔ یہی عقیدہ اسلام کے لئے حد فاصل ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا:

"یہ عقیدہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تنہا وہ عامل ہے جو اسلام اور ان (لوگوں) کے ادیان کے درمیان ایک مکمل سرحدی خط کھینچتا ہے جو توحید میں مسلمانوں کے ہم عقیدہ ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن وحی نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ ہندوستان میں "برہموسماج"۔ یہی وہ چیز ہے جسے دیکھ کر کسی گروہ پر داخل اسلام یا خارج اسلام ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ میں تاریخ میں کسی ایسے مسلم گروہ کا نام نہیں جانتا جس نے اس خط کو پھاند جانے کی جرأت کی ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاؑ کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دیتے نظر آتے ہیں اور ظہور قیامت سے پہلے جھوٹے مدعی نبوت دجال اور کذاب کے فریب کو چاک کرنے کے لئے سارے انبیاؑ سابقین کی طرف سے اسی شہادت کو دہرانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور کذابین کا قلع قمع فرمائیں گے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فریضہ عائد ہوتا کہ آپ آنے والے نبی کی بشارت دیتے جیسا کہ پہلے انبیاؑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دے کر گئے حالانکہ کہیں پر ایسا کوئی لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں بلکہ اس کے برخلاف تواتر کے ساتھ یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی (ظلی ہو یا اصلی) نہیں آئے گا۔

ایک طریق زندگی جو انسانی فطرت کے مطابق ہو جامع اور کلی ہو اور ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہو اور جو مسائل کی اچھی تشخیص کرے جسے اچھی طرح منطبق کیا جا سکے عمل و نفاذ کے مرحلے میں ہمیشہ رہنمائی کر سکے اور حالات کے مطابق مختلف طریقوں اور بے شمار جزئی قوانین کے لئے سرچشمہ ثابت ہو سکے یہ انسانی فطرت کا ایک عام تقاضا اور انسان کی ایک بنیادی ضرورت تھی۔ دین محمدیؐ کی تکمیل کے ذریعہ جب یہ ضرورت پوری ہوگئی تو فطرۃً و عقلاً کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا نبی یا نبوت کا ادعا فطرت اور عقل کے خلاف ہے۔

☆☆.....☆☆

کتب سیرت کی حسین کرنیں

مولانا ابن الحسین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور کوئی شخص اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' سارے جہاں کے لوگوں کی محبت سے زیادہ نہ ہوجائے' اس سلسلہ میں سیرت پاک کی کتابوں کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ کتب سیرت سے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال' افعال' کردار وواقعات کا علم ہوتا ہے اور یہ علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ومحبت میں اضافہ کا سبب بنتا ہے' اور یہ تعلق ومحبت ہمیں آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے پر برانگیختہ کرنے میں اکسیر ہے۔ ذیل میں معتبر کتب سے سیرت کے مختلف گوشوں سے متعلق چیدہ چیدہ نکات تحریر کئے جاتے ہیں' جن میں سے زیادہ تر سیرت کی بلند پایہ کتاب سیرت حلبیہ سے لئے گئے ہیں:

آسمان وزمین میں تعریف:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ساتویں دن آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے ایک بھیڑ ذبح کرکے آپؐ کا عقیقہ کیا' اور آپؐ کا نام ''محمدؐ'' رکھا۔ (محمدؐ کے معنی ہیں: جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی) اس سے پہلے عربوں میں یہ نام نہیں رکھا جاتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: آپ نے یہ نام کیوں رکھا؟ حالانکہ یہ نام نہ آپ کے باپ دادا میں کسی کا ہے اور نہ آپ کی قوم میں سے کسی کا؟ عبدالمطلب نے جواب دیا: اس سے میری تمنا یہ ہے کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اس بچے کی تعریف فرمائیں اور زمین پر لوگ اس کی تعریف کریں۔

نسطورا راہب کا آپؐ کی نبوت کی تصدیق کرنا:

شام کے دوسرے سفر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصریٰ شہر کے بازار میں ایک درخت کے سائے میں اترے' یہ درخت ایک عیسائی راہب کی خانقاہ کے پاس تھا' اس راہب کا نام ''نسطورا'' تھا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ بھی تھے' اس راہب نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا تو میسرہ سے پوچھا (راہب پہلے سے میسرہ کو جانتا تھا): میسرہ یہ کون شخص ہے' جو اس درخت کے نیچے اترا ہے؟

میسرہ نے بتایا کہ ایک قریشی شخص ہیں اور اہل حرم میں سے ہیں۔ اس راہب نے کہا: اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کبھی کوئی آدمی نہیں بیٹھا۔

راہب: کیا ان کی آنکھوں میں سرخی ہے؟

میسرہ: جی ہاں! اور یہ سرخی کبھی نہیں جاتی۔

نسطورا راہب: یہ آخری پیغمبر ہیں' کاش میں وہ زمانہ پاسکتا' جب ان کو ظہور کا حکم ملے گا۔

اس موقع پر نسطورا راہب نے اور بھی نشانیاں دیکھیں اور کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر امّی ہیں' جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی تھی اور کہا تھا کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے کوئی بھی نہیں بیٹھے گا سوائے نبی امی ہاشمی' عربی' مکی کے جو صاحب حوض' شفاعت فرمانے والے اور صاحب لوائے حمد ہیں۔''

حضرت وائل بن حجر اور ان کے بت کا واقعہ:

وائل بن حجر' حضرموت کے سردار تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ شرک میں میرے پاس ایک بت تھا' جو یاقوت کا بنا ہوا تھا' ایک روز میں سو رہا تھا کہ اچانک مجھے کمرے سے آواز آئی' میں گھبرا کر اٹھا' بت کے پاس آیا اور سجدہ کیا' اسی وقت کسی کہنے والے کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا:

''تعجب ہے وائل بن حجر پر! جو ہو سمجھتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے حالانکہ وہ بے خبر ہے' کیا یہ ان تراشے ہوئے پتھر کے بتوں سے توقع رکھتا ہے جو نہ نفع دے

سکتے ہیں' نہ نقصان' کاش یہ بت پرست میری بات مانتا۔''

میں نے کہا: اے نصیحت کرنے والے! میں نے سن لیا اب تم مجھے کیا حکم دیتے ہو؟ اس نے کہا:

''تو مدینہ کے نخلستان کی طرف جا اور اس نبی کا دین اختیار کر جو روزے رکھنے والا نمازیں پڑھنے والا ہے' یعنی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے افضل ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ بت منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی' میں نے آگے بڑھ کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور بڑی تیزی سے مدینہ پہنچا' مسجد نبوی میں داخل ہوا۔

وائل فرماتے ہیں کہ جو بھی صحابی مجھے ملا اس نے کہا: تمہاری آمد سے بھی تین دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ وسلم ہمیں تمہارے آنے کی خبر دے چکے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مرحبا کہا: مجھے دعا دی اور منبر پر چڑھ کر مجھے اپنے ساتھ کھڑا کیا اور فرمایا: لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں' جو حضر موت جیسی دور دراز سرزمین سے اسلام کی محبت کی خاطر آئے ہیں۔''

حضرت صہیبؓ کے مزاح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محظوظ ہونا:

حضرت صہیبؓ بہت مزاح فرماتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مزاح سے محظوظ ہوتے تھے' ایک مرتبہ ان کی ایک آنکھ دکھ رہی تھی اور یہ گڑی اور کھجور کھا رہے تھے جو ان کے لئے مضر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری ایک آنکھ دکھ رہی ہے؟

حضرت صہیبؓ نے عرض کیا: میں اپنی صحیح آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔

تبع حمیری کا واقعہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ایک بڑا یمنی بادشاہ تبع ابن حسان حمیری گزرا ہے' اس کی حکومت مشرق سے مغرب تک تھی' جب اس نے مدینہ منورہ کا رخ کیا' اس وقت اس کے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیدل فوج تھی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر تبع کو پتہ چلا کہ اس کے ساتھ آنے والے چار سو بڑے علماء نے فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ اب مدینہ سے واپس نہیں جائیں گے' اس نے ان علما کو بلا کر وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا: ''اللہ کے گھر کی عزت کو ایک شخص بلند کرے گا جو آئندہ زمانے میں ظاہر ہونے والا ہے' اس کا نام محمد ہوگا' یہ شہر اس نبی کی ہجرت گاہ اور قیام گاہ ہوگا' اور وہ یہاں سے واپس نہیں جائے گا۔''

تبع حمیری نے ان علماء کو یہاں رہنے کی اجازت بھی دی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مکان بھی بنوایا اور آنحضرتؐ کے نام ایک خط لکھا' کہا جاتا ہے کہ یہ وہی مکان تھا جو نسل در نسل چلتے چلتے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس آیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اسی مکان پر بیٹھی تھی۔

ایک ہزار سال بعد تبع کا خط آپؐ کی خدمت میں:

ابولیلیٰ نامی شخص جب تبع کا یہ قدیم خط لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کے کچھ بتلانے سے پہلے ہی فرمایا: کیا تم وہی ابولیلیٰ نامی آدمی ہو' جس کے پاس تبع اول کا خط ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے وہ خط پڑھوا کر سنا یا' اس خط کا عنوان و مضمون یہ تھا: محمد بن عبداللہ خاتم النبیین والمرسلین پیغمبر رب عالمین کے نام تبع اول حمیری کی طرف سے ہے' جس شخص کے ہاتھوں یہ خط پہنچے وہ اسے امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرے اور جس کے نام یہ خط ہے ان تک پہنچائے:

''امابعد!

اے محمد! میں آپ پر اور آپ کے اس پروردگار پر جو ہر چیز کا رب ہے' ایمان لاتا ہوں' آپ ایمان اور اسلام کے جو طریقے اپنے پروردگار کی طرف سے لے کر ظاہر ہوئے ہیں ان پر بھی ایمان لاتا ہوں' اور میں ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کر چکا ہوں' اب اگر خوش قسمتی سے آپ میری زندگی میں ظاہر ہوگئے تو اس سے بہتر کوئی نعمت میرے لئے نہ ہوگی' لیکن اگر مجھے آپ کا زمانہ نہ مل سکے تو آپ مجھے فراموش نہ فرمائیں اور قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔ اس لئے کہ میں اولین میں سے ہو چکا ہوں اور آپ کی بعثت سے قبل آپؐ سے بیعت ہو چکا ہوں' اب میں آپ کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔''

یہ خط پڑھ کر آپ نے تین مرتبہ فرمایا: نیک اور صالح بھائی تبع کو مرحبا ہو۔

تبع حمیری کے اشعار:

شھدت علی احمد انہ

رسول من اللہ باری النسم

فلو مدعمری الی عمرہ
لکنت وزیر الہ وابن عم
وجاھدت بالسیف اعداہ
وفرجت عن صدرہ کل غم

ترجمہ: میں احمدؐ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ اس خدا کے رسول ہیں جو تمام جانداروں کا پیدا کرنے والا ہے' پس اگر میری عمر ان تک پہنچ گئی تو میں ان کا وزیر اور چچازاد بھائی بنوں گا' اور ان کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کروں گا۔''

ایک اونٹ کی اپنے مالک کے خلاف شکایت:

غزوۂ ذات الرقاع میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر رونے اور بلبلانے لگا' آپؐ نے اس کے اوپر ہاتھ پھیرا' جس سے وہ خاموش ہوگیا' فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان سامنے آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے' آپؐ نے اس سے فرمایا: کیا تمہیں اس جانور کے سلسلے میں خدا کا خوف نہیں آتا' جس خدا نے یہ تمہاری ملکیت بنایا ہے' یہ مجھ سے شکایت کررہا ہے کہ تم نے اس کو بھوکوں مار رکھا ہے اور سخت محنت لیتے ہو۔

جاں نثار عاشق:

غزوۂ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ فرمایا' سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم آپؐ کے ساتھ ساتھ ہوں گے' اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بھی فرمایا' پھر حضرت مقداد بن عمروؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آپ جنگ فرمائیے ہم جانیں دینے کے لئے حاضر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! مجھے مشورہ دو؟ آپ چاہتے تھے کہ انصار صحابہؓ کی رائے بھی معلوم ہوجائے' چنانچہ انصاری قبیلہ' اوس کے حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! ہم آپؐ پر ایمان لاچکے ہیں اور اس بات کا اقرار کرچکے ہیں کہ جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں وہ بالکل سچائی ہے' ہم آپ کے سامنے عہد کرچکے ہیں کہ آپ کا ہر حکم ہمارے سر آنکھوں پر ہے' اس لئے یارسول اللہ! آپ کا جو ارادہ ہے اس کے مطابق چلئے' ہم آپؐ کے ساتھ ہیں' اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچائی دے کر بھیجا ہے' اگر آپ ہمیں لے کر سمندر میں بھی اترنا چاہیں گے تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے' ہم میں سے کوئی بھی منہ نہیں موڑے گا' ہم دشمن کے سامنے جانے سے نہیں گھبراتے' ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو ہمارے ذریعہ ایسی خوشی عطا فرمائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' اس لئے ہمیں ساتھ لیجئے اور خدا کے نام پر آگے بڑھئے۔

حضرت سعدؓ کی اس تقریر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے۔

عنبر مچھلی:

سریہ خبط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ کی جماعت دے کر بنی جہینہ کی ایک شاخ کی طرف بھیجا جو سمندر کے ساحل پر آباد تھی۔ یہ صحابہ اس ساحل پر پندرہ روز ہی ٹھہرے تھے کہ ان کے پاس کھانے کو کچھ باقی نہ رہا' روزانہ ایک آدمی کو کل ایک کھجور دی جاتی تھی' جسے وہ چوس کر اور پھر پتے کھا کر اپنی بھوک مٹاتا تھا' بالآخر ایک دن سمندر کے ساحل پر سے گزر رہے تھے کہ اچانک سمندر کی موجوں سے کوئی عظیم الشان چیز اچھل کر باہر آگری جو دور سے ایک بڑا ٹیلہ معلوم ہورہی تھی۔ قریب جاکر دیکھا تو وہ عنبر مچھلی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کی مدد اور مہمان نوازی کے لئے اسے یہاں بھیجا تھا۔

مچھلی کی جسامت:

یہ مچھلی اتنی زبردست تھی کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کے سینے کی ہڈیوں میں سے ایک دائرہ نما ہڈی زمین پر نصب کرائی اور پھر لشکر کے سب سے لمبے آدمی (حضرت قیسؓ) کو لشکر کے سب سے اونچے اونٹ پر بٹھا کر اس ہڈی کے اندر سے گزارا' حضرت قیس آرام سے اس طرح اس ہڈی کے نیچے سے گزر گئے کہ ان کا سر ہڈی سے نہیں چھوا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں اور پانچ فلاں فلاں آدمی اس مچھلی کی ایک آنکھ کے سوراخ میں گھس گئے تو ہم کسی کو نظر نہیں آرہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی آنکھ کے سوراخ میں تیرہ آدمی بیٹھا دیئے تھے۔

تین سو صحابہ نے ایک ماہ تک اس مچھلی کا گوشت کھایا اور کچھ گوشت اپنے ساتھ مدینہ بھی لائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عنبر مچھلی کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا تھا' اس کا کچھ گوشت اگر تمہارے پاس ہو تو ہمیں بھی لاکر کھلاؤ۔

ہم نے اس کا کچھ حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آپ نے اسے تناول فرمایا۔

☆☆.....☆☆

عورتوں سے متعلق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے' وہ رمضان کے روزے رکھ لیا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کرے تو ایسی عورت جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ فلانی عورت کثرت سے نفل نمازیں اور روزے اور خیر خیرات کرتی ہے لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکالیف بھی پہنچاتی ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ میں جائے گی' پھر اس شخص نے عرض کیا کہ فلانی عورت نفل نمازیں اور روزے اور خیرات کچھ زیادہ نہیں کرتی یونہی کچھ پنیر کے ٹکڑے دے دلا دیتی ہے لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی' آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کا اپنے گھر میں گرستی کرنا جہاد کے رتبہ کو پہنچتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتو! میں نے تم کو دوزخ میں بہت دیکھا ہے' عورتوں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: تم پھٹکار سب چیزوں پر بہت ڈالا کرتی ہو (یعنی لعن طعن کرتی ہو' کوستی ہو) اور شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہو اور اس کی دی ہوئی چیزوں کی بہت ناقدری کرتی ہو۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں عورتوں کی فرستادہ آپ کے پاس آئی ہوں (یعنی عورتوں نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ) مرد جمعہ اور جماعت اور عیادت مریض اور حضور جنازہ اور حج وعمرہ اور اسلامی سرحد کی حفاظت کی بدولت ہم پر فوقیت لے گئے' آپ ﷺ نے فرمایا: تو واپس جا اور عورتوں کو خبر کر دے کہ تمہارا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا یا حق شوہری ادا کرنا اور شوہر کی رضامندی کا لحاظ رکھنا اور شوہر کے موافق مرضی کا اتباع کرنا' یہ سب ان اعمال کے برابر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی عورت پر اللہ کی

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

رحمت نازل ہو جو رات کو اٹھ کر تہجد پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی جگائے کہ وہ بھی نماز پڑھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب عورتوں سے اچھی وہ عورت ہے کہ جب شوہر اس کی طرف نظر کرے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب وہ اس کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنی جان اور مال میں اس کو ناخوش کر کے اس کی مخالفت نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں کچھ تکلیف دیتی ہے تو جنت میں وہ حور جو اس شوہر کو ملے گی وہ کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے' وہ تیرے پاس مہمان ہے جلد ہی ہمارے پاس چلا آئے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی عزت آبرو کے بارے میں پارسا ہو اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس عورت کو پسند کرتا ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ تو محبت اور لاگ کرے اور غیر مرد سے اپنی حفاظت کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت دوسری عورت سے اس طرح نہ ملے کہ اپنے خاوند کے سامنے اس کا حال اس طرح کہنے لگے جیسے وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخی عورتیں جن کو میں نے دیکھا نہیں میرے زمانہ کے بعد پیدا ہوں گی کہ کپڑے پہنے ہوں گی اور ننگی ہوں گی' یعنی نام کو بدن پر کپڑا ہوگا لیکن کپڑا اس قدر باریک ہوگا کہ تمام بدن نظر آئے گا اور اترا کر بدن کو مٹکا کر چلیں گی اور بالوں کے اندر موباف یا کپڑا دے کر بالوں کو لپیٹ کر اس طرح باندھیں گی کہ جس میں بال بہت سے معلوم ہوں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے' ایسی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہ ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت زیور دکھلاوے کے لئے پہنے گی (قیامت میں) اسی سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تشریف رکھتے تھے' آپ ﷺ نے ایک آواز سنی جیسے کوئی کسی پر لعنت کر رہا ہو' آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہے جو اپنی

سواری کی اونٹنی پر لعنت کر رہی ہے' وہ اونٹنی چلنے میں کمی کرتی ہوگی' اس عورت نے چلا کر کہہ دیا ہوگا: تجھے خدا کی مار ہو (لعنت ہو) جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے (کوسنے اور لعنت کرنے کی) آپ نے حکم دیا کہ اس عورت کو اور اس کے سامان کو اس کی اونٹنی پر سے اتار دو' یہ اونٹنی تو اس عورت کے نزدیک لعنت کے قابل ہے' پھر اس کو کام میں کیوں لاتی ہے (حضور ﷺ نے اصلاح اور تنبیہ کے واسطے ایسا فرمایا کہ جس چیز کو کام میں لاتی ہے اسی کو لعن طعن کرتی ہے)۔

رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک عورت نے بخار کو بُرا کہا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو بُرا مت کہو' اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بین کر کے رونے والی عورت (یعنی نوحہ کرنے والی اور چیخ کر چلا کر رونے والی عورت) اگر توبہ نہ کرے گی تو قیامت کے روز اس حالت میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے بدن پر کرتہ کی طرح ایک روغن لپیٹا جائے گا' جس میں آگ بڑی جلدی لگتی ہے اور کرتہ ہی کی طرح پورے بدن میں خارش بھی ہوگی' یعنی اس کو دو طرح کا عذاب ہوگا' خارش سے پورا بدن نوچ ڈالے گی اور دوزخ کی آگ الگ لگے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسی اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر اور ہلکا نہ سمجھے چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (کسوۃ النساء بہشتی زیور)

فائدہ:

بعض عورتوں میں یہ عادت بہت ہوتی ہے کہ دوسرے کے گھر سے آئی ہوئی چیز حقیر سمجھتی ہیں' طعنہ دیتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا تھا' جس نے اس کو پکڑ کر باندھا تھا' نہ اس کو کھانے کو دیا نہ اس کو چھوڑا' یوں ہی تڑپ تڑپ کر مر گئی۔

فائدہ:

اسی طرح جانور پال کر اس کے کھانے پینے کی خبر نہ لینا عذاب کی بات ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعض مرد اور عورتیں ساٹھ برس تک خدا کی عبادت کرتے ہیں پھر جب موت کا وقت آتا ہے تو شریعت کے خلاف وصیت کر کے دوزخ کے قابل ہو جاتے ہیں (مثلاً یہ کہ فلاں وارث کو اتنا مال دے دینا)۔

تنبیہ:

وصیت کا مسئلہ کسی عالم سے پوچھ کر اس کے موافق عمل کرے کبھی اس کے خلاف نہ کرے۔

☆☆.....☆☆

گلدستۂ احادیث

مولانا نعیم الدین صاحب

تین چیزیں جو ایمان کی حلاوت پیدا کرنے والی ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت ولذت پائے گا: اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو' دوسرے یہ کہ جب کسی سے محبت کرے تو صرف اور صرف اللہ (کی رضا و خوشنودی) کے لئے کرے' تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر (کے اندھیرے) سے نکال (کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز) دیا تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی ناپسند کرے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔“ (بخاری ومسلم)

فائدہ:

اس حدیث پاک میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی شخص چکھ سکتا ہے جس کا قلب وجگر ان روحانی صفات سے منور ہو اور وہ روحانی طور پر تندرست ہو' گویا ایمان کی حلاوت پانے کے لئے روحانی صحت لازمی ہے' جس کی صورت یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ایسا سرشار ہو کہ ہر چیز سے زیادہ اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہو اور اس محبت کا اس کے دل پر ایسا اثر ہو کہ وہ اگر کسی اور سے محبت بھی کرے تو اللہ ہی کے لئے کرے اور اللہ کا دین اس کو اتنا عزیز اور پیارا ہو کہ اس سے پھرنے اور اس کو چھوڑنے کا خیال اس کے لئے آگ میں گر جانے کے برابر تکلیف دہ ہو' جس شخص کو حلاوتِ ایمان نصیب ہو جاتی ہے' اس کے لئے اللہ کے حکموں پر چلنا اور اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے' اسے ہر طاعت وعبادت میں لذت اور سکون ملتا ہے' اسی کے ساتھ ساتھ اس کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں پیش آنے والی تکالیف اور صعوبتوں کا تحمل بھی آسان ہو جاتا ہے۔

تین قسم کے لوگوں کیلئے دُگنا اجر ہے:

”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دُگنا اجر ملے گا۔ ایک اہل کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور نبی اکرم ﷺ کو پاکر آپ پر بھی ایمان لایا' آپ کی اتباع و تصدیق کی اس کے لئے دو اجر ہیں' دوم وہ مملوک وغلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا' اس کے لئے بھی دو اجر ہیں' سوم وہ شخص جس کے پاس باندی تھی اس نے اسے اچھی طرح کھلایا پلایا پھر اسے خوب اچھی طرح ادب سکھلایا پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی اس کے لئے بھی دو اجر ہیں۔“ (بخاری ومسلم)

فائدہ:

اس حدیث پاک میں تین قسم کے لوگوں کو دگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے:

۱:..... وہ یہودی یا نصرانی جو پہلے اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا پھر نبی علیہ السلام کا زمانہ پاکر آپ پر ایمان لایا اسے ایک تو سابقہ نبی پر ایمان لانے کا اجر ملے گا دوسرے نبی علیہ السلام پر ایمان لانے کا اجر ملے گا' اس لئے اس کا اجر دگنا ہو گیا۔

۲:..... وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا' اسے ایک تو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کا اجر ملے گا دوسرے اپنے آقا و مالک کے حق ادا کرنے کا اجر ملے گا' اس لئے اس کا اجر بھی دُگنا ہو گیا۔

۳:..... وہ شخص جس کے پاس باندی تھی اس نے اس باندی کو اچھی طرح کھلایا پلایا بھی اس کی اچھی تادیب بھی کی یعنی اسے بہتر طریقے سے تعلیم وتربیت دی' پھر اسے آزاد کر کے شادی کر لی' اسے ایک تو اس باندی کے کھلانے پلانے اور تعلیم وتربیت دینے کا اجر ملے گا' دوسرے اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لینے کا اجر ملے گا' اس لئے اس کا اجر بھی دُگنا ہو گیا۔

تین باتیں ایمان کی اصل جڑ ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین باتیں ایمان کی اصل اور جڑ ہیں: (۱) جو شخص ”لا الٰہ الا اللہ“ کا اقرار کرلے اس سے جنگ و مخاصمت ختم کردینا‘ اب کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ‘ (۲) اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے‘ جہاد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا‘ یہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے قتال نہ کرلے‘ کسی عادل (بادشاہ) کے عدل یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ بنا کر جہاد ختم نہیں کیا جاسکتا‘ (۳) قضاوقدر پر ایمان لانا۔“

فائدہ:

اس حدیث پاک میں تین باتوں کو ایمان کی اصل اور جڑ قرار دیا گیا ہے‘ پہلی بات یہ کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلے اس سے تعرض نہ کیا جائے‘ نہ تو اسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہا جائے جیسا کہ خوارج کا طریقہ ہے اور نہ کسی بدعملی کی وجہ سے اسے اسلام سے خارج قرار دیا جائے جیسا کہ معتزلہ کا وطیرہ ہے۔ ایک زمانہ میں ایسا تھا کہ خوارج اور معتزلہ معمولی معمولی گناہ اور بدعملی پر لوگوں کو کافر اور اسلام سے خارج قرار دیدیتے تھے‘ افسوس کہ اب اس روش کو موجودہ دور کے کچھ مسلمان کہلانے والوں نے اپنالیا ہے اور وہ کفرسازی کے کارخانے چلانے لگے ہیں اور اپنے مکتبہ فکر کے علاوہ دوسرے تمام مسلمانوں کو بے دریغ کافر قرار دے رہے ہیں‘ ایسے لوگوں کو اس حدیث کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہئے‘ دوسری بات یہ کہ اس کا اعتقاد رکھا جائے کہ جہاد ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا‘ یہاں تک کہ دجال مارا جائے‘ جہاد کو کسی بادشاہ کے عدل کا بہانہ بنا کر یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ بنا کر ختم نہیں کیا جاسکتا‘ تیسری بات تقدیر پر ایمان رکھنا ہے‘ یعنی اس بات کا یقین رکھنا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو بھی حادثات و واقعات پیش آتے ہیں وہ بس قضاوقدر کے تحت پیش آتے ہیں۔

☆☆.....☆☆

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا ارشاد:

☆..... اگر آپ قیامت کے دن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت چاہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جگہ چاہتے ہیں تو آپ کو ختم نبوت کا کام کرنا پڑے گا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی امت اور جماعت کے مقابلے میں آنا پڑے گا‘ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟

HB ®
TRUSTABLE MARK
Hameed ® BROS JEWELLERS
3, Mohan Tarrace Sharhah-e-iraq Saddar Karachi. Code: 74400
Phone : 5675454, 5215551 Fax : (092-21) -5671503

تلاشِ علم

شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ

پہلے انسان کا پہلا کام:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا: ان کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا' جب پیدا کر چکے تو فرمایا جا کر اس جماعت کو سلام کرو (وہ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی) وہ جو ہدیہ تم کو دیں وہ سن لو' وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا ہدیہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو السلام علیکم کہا' انہوں نے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا' فرشتوں نے ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کیا' پس جو بھی جنت میں داخل ہوگا' وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا' اس کے بعد سے مسلسل لوگوں کے قد اب تک کم ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

علماء نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ ''جا کر اس جماعت کو سلام کریں اور جو ہدیہ دیں وہ سن لیں'' میں اس بات پر دلالت ہے فرشتوں کی وہ جماعت حضرت آدم علیہ السلام سے دور تھی' اور اس میں طلب علم کے لئے سعی کرنے کی دلیل ہے اور یہ کہ طلب علم کے لئے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نے سعی کی۔

حصول علم سے استغناء نہیں:

امام بخاریؒ رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حر بن قیس فزاری کا صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہوا کہ وہ کون تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ان پر گزر ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ میرا اور میرے ساتھی کا صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہوا ہے' جن کی ملاقات کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رہنمائی طلب کی تھی کہ وہ کون تھے؟ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے' انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ آپ سے کوئی بڑا عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ نہیں اللہ کریم نے حضرت موسیٰؑ کو بذریعہ وحی ارشاد فرمایا کہ ہاں ہمارا بندہ خضر تم سے بڑا عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ دریافت کیا: اللہ نے مچھلی کو ان کے لئے علامت مقرر فرمایا اور فرمایا کہ جہاں یہ مچھلی تم سے گم ہو جائے اس جگہ کی طرف واپس آ جانا وہ تم کو وہاں مل جائے گا۔ یہ دریا میں مچھلی کا نشان دیکھتے رہے تو موسیٰؑ کے ساتھی جوان نے کہا کہ جب ہم چٹان کے پاس آرام کے لئے ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا اور شیطان نے مجھ کو بھلا دیا اس نے سمندر میں اپنی راہ لی تھی۔

حضرت موسیٰؑ نے کہا: یہی تو ہم چاہتے تھے' وہاں سے اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس پلٹے ان دونوں نے حضرت خضرؑ کو پالیا' پھر ان میں وہ مکالمہ اور معاملہ ہوا جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ یہ باب طلب علم کے لئے مشقت برداشت کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جو چیز انسان کو قابل رشک بنائے' اس کے حصول کے لئے مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیادت اور آپ کے مقام رفیع نے آپ کو طلب علم اور اس کے لئے بحر و بر کا سفر کرنے سے نہیں روکا۔

حدیث میں صرف طلب علم کے لئے بحری سفر اختیار کرنے کا ذکر ہی نہیں آیا بلکہ علم میں اضافہ کے لئے بحری سفر اختیار کرنے کا ذکر ہے' سفر میں سفری اخراجات ساتھ لے جانے کی مشروعیت کا ذکر بھی ہے اور ہر حال میں تواضع لازم ہے اور یہ

کہ کوئی بڑا آدمی بھی جب کسی سے تعلیم حاصل کرتا ہے تو اس کو بھی عاجزی اختیار کرنی چاہئے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ملاقات اور ان سے حصول علم کے اشتیاق کا اظہار کیا تھا' اس میں قوم کے لئے تعلیم ہے کہ وہ ان کے طریقہ کو اپنائیں اور اس میں تزکیہ نفس والوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ تواضع کا راستہ اختیار کریں اس میں اضافہ علم کی فضیلت ہے اگرچہ اس کے لئے مشقت کیوں نہ برداشت کرنا پڑے' خطیب البغدادی نے اپنی کتاب (الرحلۃ فی طلب الحدیث) میں اس حدیث کو ذکر کرنے بعد لکھا ہے کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سفر کی جو مشقت اٹھائی اور اس مشقت پر جو صبر کیا اور حضرت خضر کے ساتھ جس طرح عاجزی سے پیش آئے جبکہ حضرت خضر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصد ان کے شرف نبوت کا علم بھی ہوگیا تھا' اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ اہل علم کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے اور یہ کہ جس سے علم حاصل کیا جائے' اس کے سامنے تواضع اور عاجزی ہی بہتر ہے۔ درجہ اور مقام کی بلندی کی وجہ سے اگر شاگرد استاد کے سامنے تواضع سے مستغنی ہوتا تو وہ حضرت موسیٰ ہی ہوتے لیکن جب انہوں نے اہتمام اور کوشش کا اظہار کیا اور جو علم ان کے پاس نہ تھا' اس کے لئے وطن سے نکل جانا منظور کرلیا تو اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ مخلوق میں کوئی بھی ایسا نہیں جو تواضع کے بغیر اس حال میں بلند ہوا۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مفتاح دارالسعادۃ'' میں اہل علم کی فضیلت میں چونتیسویں وجہ یہ لکھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لئے اپنے برگزیدہ کلیم اللہ جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی تھی کا واقعہ حصول وازدیاد علم کے لئے ایک عالم شخص کی طرف سفر کرنے کا ذکر فرمایا۔

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو کہا: ''میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں' جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلتا جاؤں قرنوں'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس عالم سے ملاقات کی اتنی شدید حرص تھی اور ان سے سیکھنے کی اتنی خواہش' پھر جب ان سے ملاقات ہوگئی تو وہ ان کے ساتھ ایسے پیش آئے جیسے ایک طالب علم اپنے استاد کے ساتھ پیش آتا ہے' موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا: ''کہئے تو میں تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے جو کچھ تجھ کو سکھلائی گئی ہے' بھلی راہ' سلام کرنے کے بعد انہوں نے حضرت خضرؑ کے ساتھ رہنے کی اجازت طلب کرنے سے بات کی ابتدا کی کہ آپ کے ساتھ رہنا آپ کی اجازت سے ہوگا' اس لئے کہا کہ جو بھلی راہ آپ کو سکھلائی گئی ہے' آپ مجھ کو سکھلا دیں'' اور یہ کہ علم سیکھنے اور علم میں اضافہ کے لئے آئے ہیں' کسی امتحان اور عیب کے تلاش کے لئے نہیں۔

علم کے شرف وفضیلت کے لئے یہ بات کافی شافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور کلیم علیہ السلام نے جب ایک عالم شخص کے بارے میں سنا تو آپ کو اس وقت تک قرار نہ آیا جب تک آپ نے ان سے مل کر ان کے ساتھ رہنے کی اجازت طلب نہ کرلی' یہ طویل سفر اور سفر کی صعوبتیں آپ نے صرف تین مسئلوں کے لئے برداشت کی۔

☆☆.....☆☆

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے ملفوظات:

دنیا بھر کا ہر ہندو' ہر یہودی' ہر مسیح اور ہر دہریہ' قادیانی فرقہ سے دلچسپی رکھتا ہے' اس کے تحفظ کے لئے اپنی طاقت کی چھتری مہیا کرنا ضروری/فرض سمجھتا ہے' اور قادیانیوں کی خاطر عالم اسلام کو ڈائنامیٹ سے اڑا دینے کا عزم رکھتا ہے' ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ ''الکفر ملة واحدة'' کفر کے تمام فرقوں کی باہمی لڑائی انہیں اسلام دشمنی کے مقصد پر جمع ہونے سے نہیں روکتی' تمام طاغوتی طاقتیں عالم اسلام کے خلاف قادیانی جماعت کی معاون و محافظ ہیں اور قادیانی گروہ ان سارے طاغوتوں کی شطرنج کا مہرہ ہے' جسے اسلام کو زک پہنچانے کے لئے بہ لطائف الحیل حرکت میں لایا جاتا ہے۔

اسرائیل کی طرح قادیانی جماعت کا وجود ہی سراپا سازش ہے' اور اس کی سازش کا نشانہ صرف پاکستان نہیں بلکہ پورا عالم اسلام' خصوصاً ایشیا اور مشرق وسطیٰ ہے' قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ پاکستان کے ایک بازو کو کاٹ چکا ہے' اور دوسرا بازو کی تخریب میں اس کی سرگرمیاں روز افزوں ہیں۔ قادیانی دہشت پسند تنظیم کو ہر اس قوت سے قلبی تعلق ہے جو عالم اسلام کی تخریب کے مقاصد میں اس کی معاون ثابت ہو سکے' خواہ وہ یہودیوں کی ''صیہونی تحریک ہو'' یا دہریت پسندوں کی سوشلسٹ تحریک۔

عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کے نزدیک ''اسرائیل'' استعماری سازش کی ناجائز اولاد ہے' جس کی پرورش امریکی ایٹم کے زور سے کی جارہی ہے' یہی وجہ ہے کہ تعلقات و روابط استوار کرنا کیا معنی؟ کسی اسلامی حکومت نے استعمار کے اس ''ناجائز بچہ'' کو ابھی تک زندہ رہنے کی اجازت بھی نہیں دی ہے' لیکن قادیانیوں کی ''ربوہ اسٹیٹ'' خود بھی چونکہ استعمار کی ناجائز اولاد کی حیثیت رکھتی ہے' اس لئے ان دونوں کے نہ صرف باہمی روابط استوار ہوئے' بلکہ دونوں تو اُم ''بہن بھائی'' کی حیثیت میں عالم اسلام کو چیلنج کررہے ہیں۔

انسانی فطرت

عقل و مذہب کا باہمی ربط

مولانا محمد زکریا بنوری رحمۃ اللہ علیہ

جب عقل و مذہب کے احکام انسان کے فطری ابھار پر پابندیاں عائد کرتے ہیں' تو یہیں سے انسانیت کی حد حیوانیت سے الگ ہوجاتی ہے' ورنہ نباتات اور حیوانات کی طرح خودرو انسانی پودے دیگر مخلوقات سے الگ کوئی برتری اور شرافت نہ رکھتے' تمدن وتہذیب کی بنیاد اور اخلاق و کردار کا نام ونشان نہ ملتا۔

جذبہ ترقی جو انسانیت کی روح رواں ہے اور جو حیوانات سے الگ صرف انسان ہی میں پایا جاتا ہے یکسر معدوم ہوجاتا' فطرتِ انسانی ہوتے ہوئے شجر علوم وفنون کی جڑ ہی کٹ جاتی' نہ کوئی رہبر ہوتا' نہ کوئی ہادی' اور نہ کوئی استاد ہوتا نہ معلم۔ پس خود فطرت ہی انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرلیتی' اور انسانیت کا شجر طوبیٰ اپنی نشوونما' بالیدگی و پھیلاؤ' جذباتِ غم ورنج' مسرت وخوشی' اور اعتقادات واعمال میں قطعاً آزاد ہوتا' فطرتِ آزاد پر پابندیاں یا قیود ہی غیر مہذب سے مہذب کو الگ اور جاہل کو عالم سے جدا کرتی ہیں۔ اخلاقیات میں اچھے اور بُرے اخلاق کا حقیقی معیار قائم کرتی ہیں' کیا تمدن وتہذیب اور اخلاق ومعاشرت کی تمام بندشیں یا قیودات غیر فطری اور غیر ضروری ہیں؟ کیا یہ قیودات انسان کی صحیح آزادی کو فنا کرنے والی ہیں؟ کوئی سلیم العقل انسان ان قیودات کو فطرت کے لئے مضر اور غیر ضروری نہیں قرار دے سکتا' بلکہ ان قیودات اور پابندیوں کو عین تہذیب وشائستگی خیال کیا جاتا ہے۔

اگر آج بنظر غائر اس مبحث پر غور فرمائیں تو معلوم ہوجائے گا کہ انسانیت کی برتری اور شرافت کا یہ بلند مینار' جس کی روشنی سے کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگا رہا ہے' ان ہی قیودات اور بندشوں کی بنیادوں پر استوار ہے' پھر آپ مذہب اور احکام مذہب کی قیودات کو جو درحقیقت انسانی سادہ فطرت کی صحیح رہنمائی کرتی ہیں' کیوں انسانی تداوی کے خلاف تصور کرتے ہیں؟ اور مذہب کو آزاد خیال اور ضمیر کے لئے بوجھل زنجیر کس وجہ سے تصور کئے ہوئے ہیں؟

واقعہ یہ ہے کہ یہ پابندیاں فطرت کے خلاف یا اس کی ضد نہیں ہیں' بلکہ فطرت کے مقاصد کی تشریح اور ان کی تعیین کرتی ہیں' عقل اور مذہب پر پابندیاں عملی زندگی کو مفید سے مفید تر بناتی ہیں' یوں سمجھئے کہ فطرت کے ابھار اور لطیف اشارے عقل اور مذہب کی رہنمائی میں مفید اور بہتر ثابت ہوتے ہیں' اگر ان کی رہنمائی نہ ہو تو انسانیت کا جو مقصد ہے اس کی تکمیل ناممکن ہوجائے اور مقصدِ فطرت معدوم ہوجائے' اس مقام پر پہنچ کر ہم اس حقیقت سے آشنا ہوجاتے ہیں کہ فطری جذبہ کے ہوتے ہوئے عقل و مذہب کی کیا ضرورت ہے؟ کیا صرف فطری ابھار بدون عقل و مذہب رہنمائی کے لئے کافی نہ تھا؟ جس طرح دیگر مخلوقات نباتات وحیوانات میں ہے؟ ظاہر ہے کہ انسانیت نام ہی ان قیودات کا ہے اور جس چیز نے انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز اور بلند کیا ہے وہ یہی دو چیزیں ہیں جن کو ہم عقل و مذہب کہتے ہیں۔

بھوک پیاس' خواہش جنسی وغیرہ کے سارے ابھار اور جذبات حیوانات کی طرح انسان میں بھی پائے جاتے ہیں' لیکن انسان عقل اور مذہب کی رہنمائی میں ان سارے فطری جذبات کو بہتر سے بہتر اور مفید سے مفید تر طریقوں سے پورا کرتا ہے اور یہی طریقے تہذیب وتمدن کی بنیادیں استوار کرتے ہیں' ٹھیک اسی طرح میلانِ عبادت خدا کے آگے جھکنے اس کو ماننے کا سادہ جذبہ' عقل اور وحی کی رہنمائی میں انسان کو صحیح راستہ پر گامزن کردیتا ہے اور اس کو مافوق الفطرت ہستی کی ذات اور اس کی عبادت کے متعلق صحیح ایمان وایقان عطا کرتا ہے۔

غرض مافوق الفطرت ہستی (خدا) کا اعتقاد انسانی فطرت یا روح کا لطیف اشارہ ہے' الہامی اور مذہبی پابندیاں جن کو پیغمبرانِ وقت اپنے اپنے زمانہ میں ظاہر فرماتے ہیں' فطرت کے اس لطیف اشارا کو صحیح راستہ پر ڈالتی ہیں اور اس طرح انسان ہدایت و رہنمائی حاصل کرتا ہے' اب آپ پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ عقل و مذہب کی پابندیاں فطرت کے منافی' خلاف اور متضاد نہیں ہیں بلکہ خود فطرت اور مقاصدِ فطرت کی مفسر اور معین ومددگار ہیں۔

عقل اور وحی:

مذہب کے فطری ہونے کے بعد قدرتاً یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ عقلِ انسانی کے ہوتے

ہوئے الہام اور وحی کی کیا ضرورت ہے؟ کیا انسانی فطرت کے لطیف ابھارات اور سارے اقتضاء کی رہنمائی عقل نہیں کرسکتی؟ کیا عقل کی روشنی میں مذہب کے فطری تقاضا کی رہنمائی نہیں ہوسکتی؟ اور اگر مذہبی جذبہ کی تشریح اور رہنمائی عقل نہیں کرسکتی تو پھر عقل بیکار ہوجاتی ہے' یا کم از کم مذہب کے احکام میں عقل سے کام نہیں لیا جاسکتا' غرض مذہب اور عقل میں کیا تعلق اور رابطہ ہے؟

اس طرح کے سوالات اس مذہب کے بارہ میں اور بھی اہم ہوجاتے ہیں' جس کا دعویٰ ہو کہ وہ معقول ہے' فطری ہے' اس کے احکام عقل کے خلاف نہیں اور خداوند تعالیٰ نے جو فطری قوتیں انسان میں ودیعت فرمائی ہیں' مذہب کی ان سے جنگ نہیں ہے' بلکہ وہ قوائے فطری کی مانگ کو پورا کرنے والا اور اس کے عین مطابق ہے۔

جس مذہب کا یہ دعویٰ ہو کہ وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے' زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو وحی اور الہام کے دائرے سے باہر ہو' ایسے مذہب کے بارے میں یہ سوال زیادہ سے زیادہ غور طلب ہوجاتا ہے کہ اس نے عقل کے دخل کو کہاں تک قبول کیا ہے؟ اس سوال کو حل کرنے کے لئے ہمیں حسب ذیل امور پر غور کرنا چاہئے:

۱:..... کیا عقول انسانی متفاوت ہیں؟

۲:..... کیا عقل انسانی حواس کے تابع ہے؟

۳:..... کیا خواہشات نفسانی کے طوفان میں عقل کی سلامتی کے لئے کسی دوسری چیز کی مدد کی ضرورت ہے؟

امر اول:

''عقل انسانی متفاوت ہے'' یہ اہل نظر کا مسلمہ اصول ہے' صرف عوام ہی کی عقول میں کم اور زیادہ کا فرق نہیں بلکہ خواص علمائے فن بھی اس فرق مراتب اور مدارج کے تفاوت سے باہر نہیں ہیں' یہی وجہ ہے کہ علماً اور عقلاً کی آراء میں ہمیشہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

آپ ذرا غور فرمائیں کہ فطرت کے اس سادہ مذہبی ابھار کی تشریح اگر عقلائے زمانہ کے سپرد کردی جائے تو فطرتِ انسانی کے مقصدِ مذہبی کو متعین کرنے میں کس قدر اختلافات ہوں گے اور ان اختلافات میں مقصدِ فطرت گم ہوکر رہ جائے گا' ہر آن اور ہر لحہ عقل کے تفاوت سے مذہب بدلتا رہے گا' کیا اس صورت میں بنی نوع انسانی کی عام سادہ فطرت کے مطابق مذہب متحدہ کی تفسیر ہوسکے گی؟ ظاہر ہے کہ اس کا یقین تو کجا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا' اس لئے عقلِ محض فطرت کے مقصدِ مذہبی کو معین کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی' کیونکہ عقلِ انسانی کا تو یہ حال ہے کہ آج جو چیز درست مانی جاتی ہو' کل کی تحقیقات اس کو رد کردیتی ہیں' کیا فطرتِ انسانی کے اس سادہ ابھار کو' جو جذبہ مذہبی کے نام سے موسوم ہے اور جو انسانیت کے مقصد کو متعین کرتا ہے' ان متفاوت عقول کے سپرد کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں!!

امر دوم:

اس کے سوا غور طلب امر یہ ہے کہ عقول میں اختلاف کی کیا وجوہات ہیں؟ اس اختلافِ عقل کی بنیادی وجہ ایک تو یہ ہے کہ عقل حواس کے تابع ہے' جوں جوں انسانی حواس کی دسترس وسیع ہوتی جاتی ہے' ویسے ویسے اس کے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے' کیونکہ انسان انہیں چیزوں میں عقل صرف کرسکتا ہے جن کا علم حواس کے ذریعہ ہوا ہو' جس چیز کو آدمی نے نہ دیکھا ہو' نہ سنا ہو' نہ سونگھا ہو اور نہ چھو کر معلوم کیا ہو اس کے بارہ میں انسان عقل صرف ہی نہیں کرسکتا' کچھ بھی نہیں سوچ سکتا' اس لئے کہ عقل حواس کے پیچھے چلتی ہے' حواس کے تابع ہے' حواس خود انسانوں کی مختلف قوتوں کے ہوتے ہیں اور حواس کے استعمال کے مواقع تمام انسانوں کو یکساں حاصل نہیں اور نہ حواس کو تیز کرنے کے جدید آلات کی کوئی تحدید ہوسکتی ہے' اس لئے اختلاف ہی اختلاف رہ گیا اور یہ ممکن نہیں کہ ہم ایسی عقل کے سپرد مذہبی جذبہ کو کردیں جو حواس کے تابع ہے' ہاں عقلِ انسانی ان چیزوں تک پہنچ سکتی ہے جن کو براہِ راست اگرچہ اس نے نہیں دیکھا' لیکن ان کے آثار و صفات دیکھے ہیں' جیسے دھوئیں سے آگ اور نشانِ قدم سے گزرنے والے کا علم۔

امر سوم:

مذکورہ بالا دو وجوہات کے علاوہ انسان کے ساتھ جو خواہشات کا لشکر ہے' ان میں پھنس کر عموماً عقل سلامت روی سے نکل جاتی ہے' بلکہ عقل خواہشات کے مطابق دلائل گھڑنے کی عادی ہوکر نامعقول کو معقول اور الٹی کو سیدھی بنا کر ثابت کرتی ہے' کیا ان حالات کے تحت یہ صحیح ہے کہ عقل کے ہوتے ہوئے کسی دوسری چیز' الہام اور وحی کی کیا ضرورت ہے؟

عالمِ غیب:

پھر مذہب کے وہ احکام جو مشاہدات اور حواس سے باہر ہیں' جو عالم غیب سے متعلق ہیں' ان کو عقل کے سپرد کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ عقل جس کو سوچ نہیں سکتی' اس کو ثابت کیسے کرے؟ جہاں رہبر خود گم ہو وہاں وہ دوسروں کو ہدایت کیسے کرسکتا ہے؟

غرض مذہبی فطری جذبہ کی تشریح کے لئے محض عقل ہرگز کافی نہیں ہے' علوم عقلیہ خواہ ارتقاء کے کسی مدارج پر پہنچ جائیں' خواہ زندگی کے ہر گوشہ پر حاوی ہوجائیں' لیکن فطرتِ انسانی کے اس مقدس مقصد کی تفسیر ان کے حوالہ نہیں کی جاسکتی' عقلِ انسانی زیادہ سے زیادہ جو کام انجام دے سکتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی چیز کا علم حاصل کرلے' لیکن اس کا صحیح استعمال جو

انسانیت سے مطابقت پیدا کرے‘ محض عقل کے بس کی بات نہیں ہے‘ اس کی گمراہی کے لئے انسان کے پاس کافی سرمایہ ہے اور اس سرمایہ کا استعمال وہ اپنے ایسے پنہاں مگر گمراہ طریقوں سے کرتا ہے جو صورت میں ہدایت ہی ہدایت معلوم ہوتے ہیں۔

عقل کی سلامتی کے لئے وحی والہام ناگزیر ہے:

اس امر کے مان لینے کے بعد کہ تنہا عقل انسان کے فطری جذبہ کی صحیح تشریح کے لئے ناکافی ہے‘ بسا اوقات راہِ عمل یہ ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ عقل کی مذہب میں کوئی ضرورت نہیں‘ بلکہ مذہب کا نام لیتے ہی عقل کو دور کردینے اور عقل سے دستبردار ہوجانے کو صحیح راہِ عمل تصور کیا جاتا ہے‘ حالانکہ یہ امر کہ عقل کی مذہب میں ضرورت نہیں‘ اس قدر گمراہ کن اور غلط ہے‘ بلکہ اس سے بھی زیادہ جس قدر یہ بات کہ عقل‘ انسانی ہدایت کے لئے کافی ہے اور الہام ووحی کی ضرورت نہیں۔

فطری مذہب وہی ہوسکتا ہے جو قوائے فطری کی مانگ پورا کرتا ہو اور جس کی فطرت انسانی سے جنگ نہ ہو‘ جس کی بنیاد معقول ہو‘ خصوصاً وہ مذہب جو عالمگیر ہو‘ جس کا دعویٰ ہو کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں میری ضرورت ہے‘ جو جاہل وعالم‘ عقیل وحکیم اور ہر انسان کے لئے آیا ہو‘ ایسے مذہب کے متعلق یہ تصور کہ عقل کا اس کی حدود میں گزر نہیں ہے کس قدر ظلم ہے اور جبکہ عقل انسانی فطرت میں پائی جاتی ہو تو اس سے گریز کیونکر ممکن ہے‘ اس لئے ہم کو فطرت‘ مذہب اور انسانیت کی ہدایت کے لئے صرف عقل یا صرف الہام ووحی کی نہیں بلکہ دونوں کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کرنا ہوگا‘ عقل کو چھوڑ کر اگر صرف الہام ووحی پر مذہب کو موقوف رکھا جائے تو یہ جبر ہوگا‘ انسانی ارادہ اور اختیار کو اس مذہب میں دور کا بھی دخل نہیں ہوسکتا‘ حالانکہ انسان مکلّف ہے اور اس کو عقل اس کام کے لئے دی گئی کہ وہ اس کو مشعلِ راہ بنائے‘ قدرت کی عطا کردہ ہدایت میں تدبر وتفکر اور غور وخوض کرے۔

لہٰذا یہ امر واضح ہے کہ عقلِ انسانی کی ضرورت ہے‘ لیکن تنہا عقل بغیر الہامی اور مذہبی رہنمائی کے انسان کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا سکتی‘ اس لئے نہ ہم عقل کی رہنمائی سے دست کش ہوسکتے ہیں کیونکہ عقل انسان کے لئے چراغ راہ ہے اور نہ ہم صرف عقل پر بھروسہ کرسکتے ہیں کیونکہ اس میں ہلاکت وگمراہی کا یقین ہے لیکن غیبی امور اس (عقل) کی حدود ہی سے باہر ہیں‘ اس لئے عقل اور الہام ووحی دونوں کی ضرورت ہے‘ انسانی جذبہ مذہب کی تشریح عقل کرتی ہے اور عقل کو الہام ووحی گمراہی سے بچاتے ہیں‘ ان دونوں کا امتزاج ہی انسان کی صحیح رہنمائی کرسکتا ہے‘ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایت نقل کی جائے جس کو ابوالشکور سالمی ؒ نے اپنی کتاب تمہید میں نقل کیا ہے‘ وہ یہ ہے:

دوسری روایت میں ہے کہ عقل سے خداوند کریم نے سوال کیا بتا میں کون ہوں؟ عقل خاموش رہی‘ کچھ نہ کہہ سکی‘ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے نورِ معرفت سے آمیز کیا تو عقل پکار اٹھی: ”آپ وہی تو ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں‘ آپ ایک ہیں اور قہار ہیں۔“ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قسم ہے اپنی ربوبیت کی! میں نے تجھ سے بہتر کوئی چیز پیدا نہیں کی۔“

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

خرد سے آدمی روشن بصر ہے
خرد کیا ہے چراغ راہ گزر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ راہ گزر کو کیا خبر ہے

واقعہ یہ ہے کہ عقل و مذہب دونوں کی پابندیاں فطری ابھار پر ضروری ہیں‘ لیکن جہاں عقل کی خامی ہے‘ وہیں سب سے زیادہ الہام ووحی کی ضرورت ہے‘ اس طریقہ سے فطرت کے مقصد کی صحیح تفسیر ہوسکتی ہے‘ عقل ومعرفت کے امتزاج سے وہ مقامِ حق ظاہر ہے‘ جہاں علمِ کلام اور علمِ تصوف دونوں کے کیمیائی طریقے ایک دوسرے میں حل ہوجاتے ہیں اور تشنۂ حقیقت کے لئے آبِ کوثر مہیا کرکے ایمان کے بعد اطمینان کی منزل طے کراتا ہے۔

☆☆.....☆☆

ملفوظ

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

اعمال کا نفع نقد وادھار

تہذیب:

اعمالِ صالحہ میں نفع نقد بھی ہے صرف ادھار ہی نہیں‘ ہاں! ایک ادھار بھی ہے یعنی ثواب اور اس کے ساتھ ایک چیز نقد بھی ہے اور وہ رجاء اور امید ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا وابستہ ہوجانا ہے جو بدوں اعمالِ صالحہ کے حاصل نہیں ہوتی‘ اسی طرح اعمالِ سیئہ کا بھی ایک ثمرہ ادھار ہے اور ایک نقد‘ ادھار تو عذابِ جہنم ہے اور نقد وہ وحشت وظلمت اور بے چینی ہے جو گناہوں کو لازم ہے۔

اولاد کی

تعلیم و تربیت

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

بہت سے لوگوں کو اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے' بچوں کے لئے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کردیتے ہیں' لیکن ان کی باطنی پرورش یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے' ان میں وہ لوگ بھی ہیں' جن کے اپنے ماں باپ نے ان کا ناس کھویا تھا' انہیں پتا ہی نہیں کہ تربیت کیا چیز ہے اور بچوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں' اس عظیم غفلت میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے جو خود تو نمازی ہیں اور کچھ اخلاق و آداب سے بھی واقف ہیں لیکن ملازمت یا تجارت میں اس طرح اپنے آپ کو پھنسادیا ہے کہ بچوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے ان کے پاس گویا وقت ہی نہیں' حالانکہ زیادہ کمانے کی ضرورت اولاد ہی کے لئے ہوتی ہے' جب زیادہ کمانے کی وجہ سے خود اولاد ہی کے اعمال واخلاق کا خون ہوجائے تو ایسا کمانا کس کام کا؟

بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اچھا خاصا علم بھی رکھتے ہیں مصلح بھی ہیں اور مرشد بھی ہیں' دنیا بھر کے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں' سفر پر سفر کرتے رہتے ہیں' کبھی یہاں وعظ کیا' کبھی وہاں تقریر کی' کبھی کوئی رسالہ لکھا' کبھی کوئی کتاب تالیف کی' لیکن اولاد کی اصلاح سے بالکل غافل ہیں۔ حالانکہ اپنے گھر کی خبر لینا سب سے بڑی ذمہ داری ہے' اولاد کی جانب سے جب چند سال غفلت برت لیتے ہیں اور ان کی عمر دس بارہ سال ہوجاتی ہے تو اب ان کو صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں توجہ تو ہے لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم سے بالکل محروم رکھتے ہیں یعنی اولاد کو اسلام نہیں سکھاتے' بیس بیس سال کی اولاد ہوجاتی ہے جنہیں کلمہ تک یاد نہیں ہوتا' یہ لوگ نہ نماز جانتے ہیں' نہ اس کے فرائض نہ واجبات جانیں نہ اسلام کے عقائد پہچانیں' نہ دین کو جانیں' اس قسم کے لڑکوں اور لڑکیوں کے والدین یورپ کے طور طریق سب کچھ سکھاتے ہیں' عورتیں بیاہ شادی کی رسمیں بتاتی ہیں' شرکیہ باتوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح سے ماں باپ دونوں مل کر بچوں کا خون کردیتے ہیں اور طرہ یہ کہ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ اور بچی موڈرن ہیں' انگریز بن رہے ہیں' ترقی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی آخرت برباد ہوگئی' اعمال بد کے خوگر ہوگئے' اسلام سے جاہل رہ گئے۔

احادیث میں ارشاد ہوتا ہے:

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو ادب سکھائے تو بلاشبہ یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے۔'' (مشکوٰۃ' ترمذی)

''حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے ادب سے بڑھ کر ہو۔'' (مشکوٰۃ)

''ادب'' بہت جامع کلمہ ہے' انسانی زندگی کے طور طریق کو ادب کہا جاتا ہے' زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں' بندہ اللہ جل شانہ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمہ دار بنایا گیا ہے' یہ وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ کے اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لئے ضروری ہیں' فرائض اور واجبات' سنن اور مستحبات وہ امور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں' ان میں ان احکام کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہیں' ان میں بھی واجبات اور مستحبات ہیں اور ان کی تفصیل وتشریح بھی شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہے' یہ وہ آداب ہیں جن کا برتنا مخلوق کے لئے باعث راحت ورحمت ہے۔

خلاصہ یہ کہ لفظ ادب کی جامعیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے' یہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی بخشش نہیں دی' اس میں

پورے دین کی تعلیم آ جاتی ہے' کیونکہ دین اسلام اچھے ادب کی مکمل تشریح ہے' بہت سے لوگ لفظ ادب کے معروف معنی لے کر اس کا رواجی مطلب لے لیتے ہیں اور انہوں نے اٹھنے بیٹھنے کے طریقوں تک ہی ادب کا انحصار سمجھ رکھا ہے۔

حدیث میں یہ جو فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو ادب سکھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے' اس میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ صدقہ خیرات اگرچہ فی نفسہٖ بہت بڑی عبادت ہے (اگر اللہ کی رضا کے لئے ہو) لیکن اس کا مرتبہ اپنی اولاد کی اصلاح پر توجہ دینے سے زیادہ نہیں ہے' بہت سے لوگوں کو اللہ جل شانہ نے مال دیا ہے' اس میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اولاد کی طرف سے پوری غفلت برتتے ہیں' مسکین آ رہے ہیں گھر پر کھا رہے ہیں' غریبوں کی روٹی بندھی ہوئی ہے' مدرسہ اور مسجدوں میں چندہ جا رہا ہے لیکن اولاد بے ادب' بداخلاق' بے دین بلکہ بددین بنتی چلی جا رہی ہے' صدقہ وخیرات کرنے پر خوش ہیں اور خوش ہونا بھی چاہئے لیکن اس سے بڑھ کر عمل جو ہے جس کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ اپنی اولاد کو ادب سکھانا ہے یعنی اللہ کے راستہ پر ڈالنا ہے' اس کے لئے فکرمند ہونا لازمی امر ہے' اس غفلت سے نسلیں کی نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

ماں باپ کا فریضہ ہے کہ بچوں کو دین سکھائیں اور دین کو سب سے زیادہ اہمیت دیں کیونکہ دین ہی آخرت کی ہمیشہ والی زندگی میں کام دینے والا ہے' بہت سے لوگ بچوں سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں مگر ان کی یہ محبت صرف دنیاوی آرام و راحت تک محدود رہتی ہے' ان کی اصل ضرورت یعنی آخرت کی نجات اور موت کے بعد کے آرام و راحت کی طرف توجہ نہیں کرتے' حلال مال سے حلال طریقے پر کھلانا پلانا اور پہنانا اچھی بات ہے لیکن انسان کی سب سے بڑی ضرورت آخرت کا آرام اور سکون ہے۔

بچوں کی خوشی کے لئے ان کو غیر ضروری لباس بھی پہناتے ہیں' ان کے لئے تصویریں مورتیاں خرید کر لاتے ہیں اور اپنے گھروں کو ان کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں سے محروم رکھتے ہیں' ادھر قرض کر کے ان کی جائز ناجائز ضرورتوں اور شوقیہ زیب و زینت اور فیشن پر اچھی خاصی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن ان کو دین پر ڈالنے کی فکر نہیں کرتے' یہ بچوں کے ساتھ بہت بڑی دشمنی ہے اگر دین نہیں تو آخرت کی تباہی ہوگی' وہاں کی تباہی کے سامنے دنیا کی ذرا سی چمک دمک اور چہل پہل کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی' اپنی اولاد کے سب سے بڑے محسن وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کو دینی علوم پڑھاتے ہیں اور دینی احکام پر ڈالتے ہیں' یہ علم نہ صرف اولاد کے لئے بلکہ خود ان کے والدین کے لئے بھی قبر میں اور آخرت میں نفع مند ہوگا' ایک بزرگ کا ارشاد ہے:

''یعنی لوگ سو رہے ہیں جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔''

لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی اسکول اور کالج کی نذر کر دیتے ہیں یا محنت و مزدوری پر لگا دیتے ہیں' نماز روزہ سکھانے اور بتانے اور دینی فرائض سمجھانے اور ان پر عمل کرانے کی کوئی فکر نہیں کرتے' شادیاں ہو جاتی ہیں' باپ دادا بن جاتے ہیں لیکن بہت سوں کو کلمہ طیبہ بھی صحیح یاد نہیں ہوتا' نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے' اس سے بھی واقف نہیں ہوتے' اسی اسی سال کے بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ دین کی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں جانتے۔

''فاعتبروا یا اولی الابصار۔''

نماز میں صف اول کی فضیلت:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں' پہلی صف کے لئے' بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اور دوسری کے لئے بھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں پہلی صف کے لئے' پھر عرض کیا گیا اور دوسری صف کے لئے بھی؟ آپ ﷺ نے پھر پہلی ہی بات دہرا دی' یعنی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعائے خیر کرتے ہیں پہلی صف کے لئے' پھر آپ سے عرض کیا گیا کہ رسول اللہ! اور دوسری صف کے لئے بھی؟ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی وہی پہلی بات دہرا دی کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لئے' ان لوگوں نے پھر عرض کیا کہ: یارسول اللہ! اور دوسری صف کے لئے بھی؟ تو اس چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا اور دوسری صف والوں کے لئے بھی۔ (مسند احمد)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور فرشتوں کے دعائے رحمت کے خصوصی مستحق اگلی صف والے ہی ہوتے ہیں' دوسری صف والے بھی اس سعادت میں اگرچہ شریک ہیں لیکن بہت پیچھے ہیں' مطلب یہ ہے کہ پہلی اور دوسری صف میں بظاہر اور ہماری نگاہوں میں فاصلہ تو بہت ہی تھوڑا سا ہوتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں بہت فاصلہ ہے' اس لئے اللہ کی رحمت کے طالب کو چاہئے کہ وہ حتی الوسع پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرے' جس کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ مسجد میں اول وقت پہنچ جائے صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کیا اجر و ثواب ہے اور اس پر کیا صلہ ملنے والا ہے تو لوگوں میں اس کے لئے ایسی مسابقت اور کشمکش ہو کہ قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا پڑے۔'' اللہ تعالیٰ ان حقیقتوں کا یقین نصیب فرمائے۔ آمین۔ (معارف الحدیث جلد سوم)

موت کی یاد کا حکم

مفتی محمد سلمان منصور پوری

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو کثرت سے موت کو پیش نظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو' اس لئے کہ جو بھی اسے تنگی کے زمانہ میں یاد کرے گا تو اس پر وسعت ہوگی (یعنی اس کو طبعی سکون حاصل ہوگا کہ موت کی سختی کے مقابلہ میں ہر سختی آسان ہے) اور اگر عافیت اور خوشحالی میں موت کو یاد کرے گا تو یہ اس پر تنگی کا باعث ہوگا (یعنی موت کی یاد کی وجہ سے وہ خوشی کے زمانہ میں آخرت سے غافل ہو کر گناہوں کے ارتکاب سے بچا رہے گا)۔''

(البزار' شرح الصدور للسیوطی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی یاد ہر حال میں نفع بخش ہے' مصیبت کے وقت اس کو یاد کرنے سے ہر مصیبت آسان ہو جاتی ہے' اسی لئے قرآن کریم میں صبر کرنے والوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' یعنی ہم اللہ ہی کے لئے ہیں' اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' اسی طرح جب خوشحالی اور عافیت کے وقت موت کو یاد کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے آدمی بہت سے ان گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے' جن کا داعیہ عموماً خوشحالی کے زمانہ میں قوت کے ساتھ ابھرتا ہے' اسی لئے حدیث بالا میں موت کو لذت توڑنے والی چیز قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان والوں میں کون سا شخص سب سے زیادہ عقلمند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو اور موت کے بعد کے لئے جو سب سے عمدہ تیاری کرنے والا ہو' ایسے ہی لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔'' (ابن ماجہ' شرح الصدور)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور مرنے کے بعد کے لئے عمل کرے جب کہ عاجز اور درماندہ آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو اپنی خواہش کے تابع بنالے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اُمیدیں باندھے۔'' (ترمذی)

آج کل عقلمند اسے سمجھا جاتا ہے جو دنیا کمانے اور کاروبار کرنے میں سبقت لے جائے' خواہ اس کے پاس آخرت کے لئے کوئی بھی عمل نہ ہو اور جو شخص اپنی زندگی آخرت کی تیاری میں لگائے' مال کے حصول میں حلال وحرام کی تمیز رکھے اور ہر مرحلہ پر شریعت کو ملحوظ رکھے تو لوگ اسے بے چارہ اور عاجز قرار دیتے ہیں' ایسے شخص کو طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں' لیکن مذکورہ احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلمندی کا جو معیار بتلایا ہے وہ لوگوں کے نظریہ سے بالکل الگ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں قابل تعریف شخص وہی ہے جو موت کو یاد کرنے والا اور اس کے لئے تیاری کرنے والا ہو' چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کی تعریف بیان کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ موت کو یاد کرنے میں اس کا حال کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے اس سے موت کا زیادہ ذکر نہیں سنا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ اپنی خواہشات کو چھوڑتا ہے یا نہیں؟ اس پر لوگوں نے عرض کیا کہ وہ دنیا سے حسب خواہشات فائدہ اٹھاتا ہے' یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی اس تعریف کا مستحق نہیں ہے جو تم اس کے متعلق کر رہے ہو۔'' (کتاب الزہد ابن المبارک)

بہرحال دانشمند' دُور اندیش اور عقلمند وہی شخص ہے جو ہمیشہ دائمی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں رہے اور اس چند روزہ زندگی میں پڑ کر ہمیشہ کے عذاب کو مول نہ لے۔

حضرت وضین بن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ جب لوگوں میں موت سے غفلت کا احساس فرماتے تو آپ ﷺ حجرۂ مبارکہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ پکار کر درج ذیل کلمات ارشاد فرماتے تھے:

''اے لوگو! اے اہلِ اسلام! تمہارے پاس ضرور بالضرور مقررہ وقت میں موت آنے والی ہے' موت اپنے ساتھ ان چیزوں کو لائے گی جن کو وہ لاتی ہے' وہ رحمٰن کے مقرب بندوں کے لئے جو جنتی ہیں اور جنہوں نے اس کے لئے کوشش اور اس کی رغبت کی ہے' عافیت' راحت اور بہت سی مبارک نعمتیں لے کر آئے گی' خبردار ہو جاؤ! ہر محنت کرنے والے کی ایک انتہا ہے اور وہ انتہا موت ہے' پہلے آئے یا بعد میں۔'' (بیہقی' شرح الصدور)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کے لئے موت کو یاد کرنا کوئی خلاف طبع بات نہیں ہے' کیونکہ اسے یقین ہے کہ اس کے اعمالِ صالحہ کی بدولت اسے آخرت میں بہترین دائمی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا' موت سے تو وہی پہلو تہی کرے جسے آخرت میں اپنی تہی دامنی کا یقین ہو' قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ اہلِ کتاب اپنے کو اللہ کا مقرب اور جنت کا اولین مستحق قرار دیتے تھے' قرآن کریم نے ان کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر تمہارا دعویٰ سچا ہے تو تمہیں جلد سے جلد موت کی تمنا کرنی چاہئے تاکہ تم اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچ کر نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ۔''

لیکن اہلِ کتاب نے نہ کبھی تمنا کی' نہ کریں گے اور ہمیشہ موت سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے جو اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں آخرت میں اپنی محرومی کا پورا یقین ہے' سچے مومن کی شان ان کے بالکل برخلاف ہے' اس کے لئے تو موت کا ذکر وصلِ محبوب کی لذت عطا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

''کیا میں تمہیں یہ نہ بتلاؤں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے سب سے پہلے کیا بات کرے گا اور تم اس کو کیا جواب دو گے؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں! ضرور بتلایئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرمائے گا کہ کیا تمہیں مجھ سے ملاقات پسند تھی؟ مومنین عرض کریں گے کہ جی ہاں ہمارے رب! تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیوں؟ تو اہلِ ایمان عرض کریں گے: ہمیں آپ کی مغفرت اور معافی کی امید تھی' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری مغفرت تمہارے لئے واجب ہو گئی۔'' (کتاب الزہد)

موت کے متعلق اصحابِ معرفت کے اقوال واحوال:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موت نصیحت کا انتہائی موثر ذریعہ ہے لیکن اس سے غفلت بھی بہت زیادہ ہے' موت وعظ کے لئے کافی ہے اور زمانہ لوگوں میں جدائی پیدا کرنے کے لئے تیار ہے' آج جو لوگ گھروں میں ہیں وہ کل قبروں میں ہوں گے۔

حضرت رجاء بن حیوۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کے دل سے حسد اور اتراہٹ نکل جائے گی' یعنی نہ تو وہ کسی دنیوی نعمت کی بنا پر ذہنی الجھن میں مبتلا ہوگا اور نہ ہی فرحت و مسرت میں مست ہو کر معاصی کا ارتکاب کرے گا۔

حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں موت کی یاد جم جاتی ہے' وہ اگلے دن تک بھی اپنی زندگی کے رہنے کا یقین نہیں رکھتا' کیونکہ کتنے ایسے دن تک پہنچنے والے ہیں کہ وہ موت کی وجہ سے دن بھی پورا نہیں کر پاتے اور کتنے لوگ کل کی امید رکھنے والے ہیں مگر کل تک نہیں پہنچ پاتے' اگر تم موت اور اس کی آمد کو دیکھ لو تو آرزو اور اس کے دھوکا کو ناپسند کرو گے' اور آپ ہی سے مروی ہے کہ فرماتے تھے کہ آدمی جس عمل کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتا ہے (یعنی گناہ اور معصیت) اسے فوراً چھوڑ دے پھر کوئی مشکل نہیں جب چاہے مر جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ موت کی یاد جس کے دل میں جگہ بنالے تو وہ اپنے قبضہ کے مال کو ہمیشہ زیادہ ہی سمجھے گا (یعنی مزید مال بڑھانے کی فکر نہ کرے گا)۔

حضرت مجمع تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت کی یاد ایک طرح کی مال داری ہے۔

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جو شخص موت کو پہچان لے اس کے لئے دنیا کی تمام مصیبتیں اور رنج وغم ہلکے ہو جائیں گے۔

ایک دانشمند کا قول ہے کہ دلوں میں عمل کی زندگی پیدا کرنے کے لئے موت کی یاد سب سے زیادہ موثر ہے۔

ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ تم موت کو کثرت سے یاد کیا کرو' تمہارا دل نرم ہو جائے گا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے بعد اس کی خبر ملے گی۔ (شرح الصدور)

صالحین میں سے ایک شخص روزانہ شہر کی دیوار پر کھڑے ہوکر رات میں یہ آواز لگاتا تھا: ”چلو! قافلے کے چلنے کا وقت آ گیا ہے“ جب اس کا انتقال ہوگیا تو شہر کے حاکم کو یہ آواز نہیں سنائی دی‘ تحقیق پر پتا چلا کہ اس کی وفات ہوگئی تو امیر نے یہ اشعار پڑھے:

مازال یلھج بالرحیل وذکرہ
حتی اناخ ببابہ الجمال
فاصابہ متیقظاً متمراً
ذا اھبۃ لم تلھہ الاٰمال

ترجمہ: ”وہ برابر کوچ کی آواز اور اس کے تذکرے سے دلچسپی لیتا رہا‘ یہاں تک کہ خود اس کے دروازے پر اونٹ بان (موت کے فرشتے کی طرف اشارہ ہے) نے پڑاؤ ڈالا‘ چنانچہ اسے بیدار‘ مستعد اور تیار پایا‘ کھوٹی آرزوئیں اُسے غافل نہ کرسکیں۔“ (التذکرۃ فی احوال الموتی)

علامہ تمیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی لذت چھین لی ہے‘ ایک موت کی یاد‘ دوسرے میدانِ محشر میں اللہ رب العالمین کے سامنے حاضری کا استحضار۔ (التذکرۃ فی احوال الموتی)

حضرت عمر بن عبداللہ عزیز رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ علماء کو جمع فرما کر موت‘ قیامت‘ اور آخرت کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور پھر ان احوال سے متاثر ہوکر سب ایسے پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے گویا کہ ان کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔ (ایضاً)

موت کو یاد کرنے کے بعض فوائد:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھے اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ تین باتوں کی توفیق مرحمت فرماتا ہے:

۱:..... تعجیل التوبہ: یعنی اگر اس سے کوئی گناہ ہوجائے تو وہ جلد از جلد توبہ کرکے گناہ معاف کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں توبہ کے بغیر موت نہ آجائے۔

۲:..... قناعۃ القلب: یعنی موت کو یاد رکھنے والا حرص وطمع میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ بھی اسے میسر ہوتا ہے اسی پر راضی رہتا ہے اور یہ قناعت اسے طبعی سکون اور دلی راحت عطا کرتی ہے‘ وہ یہ سوچتا ہے کہ تھوڑی بہت زندگی ہے‘ جس طرح بھی گزر جائے گزار لیں گے‘ زیادہ کی فکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

۳:..... نشاط العبادۃ: یعنی موت کا استحضار رکھنے والا شخص جب عبادت کرتا ہے تو پوری دلجمعی اور یکسوئی کی کوشش کرتا ہے‘ اس دلجمعی کی دو وجوہات ہوتی ہیں‘ اول یہ کہ اسے خطرہ رہتا ہے کہ پتا نہیں آئندہ اس کو عبادت کا موقع ملے کہ نہ ملے‘ لہٰذا ابھی اسے جتنا اچھا بنالیں غنیمت ہی غنیمت ہے‘ دوسرے یہ کہ آخرت کی یاد کی وجہ سے اسے عبادت پر ملنے والے عظیم اُخروی بدلے کا کامل یقین ہوتا ہے‘ جس کی بنا پر اسے عبادت میں وہ کیف وسرور نصیب ہوتا ہے جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

موت کو بھول جانے کے نقصانات:

اس کے برخلاف جو شخص موت کو یاد نہیں رکھتا اور آخرت سے غافل رہتا ہے وہ تین طرح کی محرومیوں میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔

۱:..... تسویف التوبۃ: یعنی اگر اس سے کوئی گناہ ہوجائے تو توبہ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہتا ہے‘ اور استغفار میں جلدی نہیں کرتا اور بسا اوقات اسی حالت میں اس کی موت آجاتی ہے۔

۲:..... ترک الرضا بالکفاف: جب موت کی یاد نہیں رہتی تو آدمی کو ہوس بڑھ جاتی ہے اور وہ ضرورت کے مطابق روزی پر راضی نہیں رہتا بلکہ مل من مزید کی بیماری کا شکار ہوجاتا ہے‘ موت سے غفلت کی بنا پر منصوبوں پر منصوبے بنائے چلا جاتا ہے‘ جس کا انجام یہ نکلتا ہے کہ آرزوئیں رہ جاتی ہیں اور موت آکر زندگی کا تسلسل ختم کردیتی ہے۔

۳:..... التکاسل فی العبادۃ: آدمی موت سے غافل رہتا ہے تو عبادت کرنے میں قدرتی طور پر سستی ظاہر ہوتی ہے اور نشاط کافور ہوجاتا ہے‘ اولاً تو عبادت کرتا ہی نہیں اور کرتا بھی ہے تو وہ طبیعت پر نہایت گراں گزرتی ہے‘ یہ گرانی صرف اس بنا پر ہے کہ آدمی کو یہ استحضار نہیں رہتا کہ ہم سے مرنے کے بعد ان ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جانا ہے اور اگر خدانخواستہ وہاں رضائے خداوندی کے مطابق جواب نہ ہوا تو ایسی رسوائی ہوگی جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری رسوائیاں اور بے عزتیاں ہیچ ہیں۔ (شرح الصدور)

موت کو یاد کرنے کے چند ذرائع:

احادیث طیبہ میں جہاں موت کو یاد رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے‘ وہیں بعض ایسے اعمال کی ترغیب بھی وارد ہے جو موت کو یاد رکھنے میں موثر اور معاون ہوتے ہیں:

۱:.....قبروں کی زیارت کرنا:

ان میں سب سے اہم عمل یہ ہے کہ گاہے بگاہے عام قبرستان جاکر قبر کی زندگی اور قبر والوں کے حالات کے متعلق غور کیا جائے۔ چنانچہ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”قبروں کی زیارت کیا کرو‘ اس لئے کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔“

اور ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے منع کرتا تھا مگر اب سنو! تم لوگ قبروں

پر جایا کرو‘ کیونکہ وہ دلوں کو نرم کرتی ہیں‘ آنکھ سے آنسو جاری کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور کوئی فحش بات مت کہا کرو۔“ (حاکم‘ شرح الصدور)

اس طرح کی احادیث میں قبرستان کو موجب عبرت قرار دیا گیا ہے‘ اور ساتھ میں قبرستان جانے کا اصل مقصد بھی بتادیا گیا کہ وہاں محض تفریح اور تماشا کی غرض سے نہ جائے بلکہ اصل نیت موت کو یاد کرنے اور آخرت کے استحضار کی ہونی چاہئے‘ مگر افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے دلوں پر غفلتوں کے ایسے گہرے پردے پڑ چکے ہیں اور قساوت کا ایسا مہلک زنگ لگ چکا ہے کہ اب قبرستانوں کو کھیل کود اور تماشوں کی آماج گاہ بنالیا گیا ہے‘ عرس کے نام سے اولیاء اللہ کی قبروں پر وہ طوفانِ بدتمیزی بپا ہوتا ہے کہ الامان والحفیظ اور اس پر طرہ یہ کہ ان سب کاموں کو بہت بڑے اجر وثواب کے اعمال میں شامل کرنے کی شرمناک کوشش کی جاتی ہے‘ اسی طرح آج جو قبرستان آبادیوں کے بیچ میں آچکے ہیں وہ محلے کے آوارہ گرد نوجوانوں کے لئے کھیل کے میدان بنتے جارہے ہیں اور ان قبرستانوں میں جواریوں اور سٹہ بازوں کی کمین گاہیں بھی نظر آتی ہیں‘ قبروں کے سامنے رہتے ہوئے اس طرح کی حرکتیں سخت آفت اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہیں۔

۲:..... مردوں کو نہلانا اور جنازوں میں شرکت کرنا:

اسی طرح موت کو یاد کرنے کے لئے دو اہم اور موثر اسباب بعض روایات میں بیان کئے گئے ہیں:

۱:..... ایک یہ کہ مُردوں کو نہلانے میں شرکت کی جائے۔

۲:..... دوسرے یہ کہ نمازِ جنازہ میں بکثرت شریک ہوا جائے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”قبروں کی زیارت کیا کرو‘ ان کے ذریعہ سے تم آخرت کو یاد رکھو گے اور مردوں کو نہلایا کرو اس لئے کہ بے جان جسم میں غور وفکر بجائے خود ایک موثر نصیحت ہے اور جنازوں پر نماز پڑھا کرو ہوسکتا ہے اس وجہ سے تمہارا دل غمگین ہوجائے کیونکہ غمگین آدمی اللہ کے سائے میں رہتا ہے اور ہر خیر کا اس سے سامنا ہوتا ہے۔“ (الحاکم‘ شرح الصدور)

اس حدیث میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: اول قبرستان جانا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے‘ دوسرے مردوں کو نہلانا‘ یہ ایک اہم نصیحت ہے اور موجودہ معاشرہ کے لئے انتہائی قابل توجہ ہے۔ آج کل غیر مسلموں کے ریت رواج اور طور طریقوں سے متاثر ہوکر مسلم معاشرہ میں بھی میت کی نعش سے ایک طرح کی وحشت کا اظہار کیا جانے لگا ہے‘ گھر والے بھی قریب جانا نہیں چاہتے‘ جب غسل دینے کا موقع آتا ہے تو بھی دوسروں پر چھوڑ دیتے ہیں‘ حالانکہ یہ بُعد اور دوری مرنے والے کے ساتھ ایک طرح کی زیادتی ہے‘ میت کی لاش اسلام کی نظر میں نہایت قابلِ احترام ہے‘ اس کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرنا ضروری ہے‘ اس لئے بہتر یہ ہے کہ مسائل معلوم کرکے میت کے قریبی اعزہ ہی اسے غسل دیں اور اگر پورا طریقہ معلوم نہ ہو تو کم از کم غسل کرانے والے کے ساتھ پانی وغیرہ ڈلوانے میں تعاون کرتے رہیں‘ مردوں کے ساتھ اس طرح کے تعلق سے اپنی موت کا منظر بھی سامنے آجائے گا اور فطری طور پر آدمی اپنے مستقبل کے بارے میں غور کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔

حدیث بالا میں تیسری ہدایت یہ دی گئی کہ نماز جنازہ میں کثرت سے شرکت کی جائے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شریک ہو اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے‘ جس کی کم سے کم وسعت احد پہاڑ کے برابر ہے اور جو شخص جنازہ کے ساتھ قبرستان تک بھی جائے اس کو دو قیراط ثواب سے نوازا جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ جب بھی موقع ملے نماز جنازہ نہ چھوڑی جائے‘ نماز جنازہ میں چونکہ مرنے والے کے غمگین اعزاء شامل ہوتے ہیں‘ ان کے غم واندوہ کی وجہ سے پورا ماحول غمگین بن جاتا ہے اور پھر آدمی یہ تصور لے کر جاتا ہے کہ ایک دن تمہارا جنازہ بھی ایسے ہی اٹھے گا اور لوگ اسی انداز میں رنج والم کا اظہار کریں گے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے:

یا صاحبی لا تغترر بتنعم
فالعمر ینفد والنعیم یزول
واذا حملت الی القبور جنازۃ
فاعلم بانک بعدھا محمول

ترجمہ: ”میرے دوست! دنیا کے آرام وراحت سے دھوکے میں مت پڑنا‘ اس لئے کہ عمر ختم ہوجائے گی اور عیش جاتا رہے گا اور جب تم کسی جنازہ کو اٹھا کر قبرستان لے جاؤ تو یہ یقین کرلینا کہ اس کے بعد تمہیں بھی ایسے ہی اٹھا کر لے جایا جائے گا۔“

حدیث بالا میں یہ اشارہ بھی فرمایا گیا کہ جب جنازہ کو دیکھ کر دل غمگین ہوگا تو قدرتی طور پر انابت الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوگی‘ سابقہ گناہوں پر ندامت اور شرمندگی کا احساس جاگے گا اور اس حال میں وہ شخص جو بھی تمنا کرے گا رحمتِ خداوندی اس کی تکمیل کے لئے تیار ہوگی‘ انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆☆.....☆☆

خبروں پر ایک نظر

آہ! مولانا محمد یعقوب برہانیؒ

فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں یوں تو برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور مشائخ عظام نے تھوڑا بہت حصہ ملایا لیکن دارالعلوم دیوبند کے متوسلین و منتسبین نے قادیانیت کے تعاقب کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا' قیام پاکستان سے قبل پورے برصغیر میں اور پاکستان کے منصۂ شہود میں آنے کے بعد پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے علماء کرام نے قادیانیت کے مقابلہ میں عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔

چنیوٹ' چناب نگر (سابقہ ربوہ) کے قریب ہونے کی وجہ سے اہل چنیوٹ نے دامے' درمے' سخنے' قدمے تحریک ختم نبوت کے لئے عظیم قربانیاں دیں۔ تیس پینتیس سال آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا' ان حضرات میں جنہیں میں نے دیکھا حاجی فیروز دین' شیخ منظور احمد' چوہدری ظہور احمد اور ان کے بعد مولانا محمد یعقوب برہانی تھے' جو چنیوٹ کانفرنس کی منتظمہ میں پیش پیش نظر آتے' ایک ایک کر کے سب رحلت فرما گئے' مولانا برہانی اس قافلہ کے آخری فرد تھے' جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے مرزائیت کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے۔

آج سے چھبیس سال پہلے جب کانفرنس چناب نگر منتقل ہوئی' تو اہل چنیوٹ کی نمائندگی مولانا محمد یعقوب برہانی فرماتے رہے' جو کانفرنس کی نہ صرف منتظمہ میں شامل ہوئے' بلکہ اسٹیج سیکریٹری گروپ کے روح رواں ہوئے اور کانفرنس کو آخر تک نبھانے کی کوشش میں رہتے۔

اللہ پاک نے انہیں دردمند دل عطا فرمایا تھا' جب کسی لیڈر' کارکن یا کسی مسلمان کی قادیانیوں کے ساتھ دوستی کی خبر سنتے تو تڑپ اور صدمے سے دوچار ہو جاتے۔

۲۰۰۶ء کی کانفرنس میں نظر نہ آئے تو ان کے فرزند ارجمند عزیزی محمد افضل سے معلوم ہوا کہ صاحب فراش ہیں' چونکہ کانفرنس ایسے دنوں میں تھی کہ اگلے دن روزہ کا امکان تھا' اس لئے ان کی عیادت نہ ہو سکی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لیہ کے مبلغ مولانا عبدالستار حیدری نے ۲۲/ دسمبر ۲۰۰۶ء بعد از نماز مغرب بتلایا کہ مولانا برہانی انتقال فرما گئے' یہ خبر انتہائی افسوسناک تھی۔

مرحوم شاہ برہان کی مسجد کے خطیب تھے اور ایک مدرسہ کا انتظام و انصرام سنبھالے ہوئے تھے' ان کی وفات صرف پسماندگان کے لئے صدمہ کا باعث نہیں بلکہ ہزاروں رضا کاران ختم نبوت کے لئے بھی ذاتی صدمہ سے کم نہیں۔ اللہ پاک ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور برائیوں سے درگزر فرما کر ان کے ساتھ اپنے شایان شان معاملہ فرمائیں۔

اظہار تعزیت:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنماؤں حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمد دامت برکاتہم' حضرت اقدس سید نفیس الحسینی مدظلہ العالی' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' مولانا صاحبزادہ عزیز احمد' مولانا اللہ وسایا' مولانا محمد اکرم طوفانی' مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی نے ایک مشترکہ بیان میں مولانا محمد یعقوب برہانی کی وفات پر قلبی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

فحاشی و عریانی والے قانون کو قبول نہیں کریں گے: علماء کرام

گمبٹ (پ ر) حقوق نسواں بل غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے منظور کیا گیا' ملک کے غیور مسلمان کسی بھی صورت میں فحاشی و عریانی والے قانون کو قبول نہیں کریں گے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گمبٹ کے امیر حکیم عبدالواحد بروہی' انجینئر جاوید' عبدالسمیع اور عبداللطیف شیخ نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف اپنی من مانی کارروائیوں سے امت مسلمہ کو پریشان کر رہے ہیں' اللہ سبحانہ کی قوت سب سے برتر ہے' جس کے ہاتھ میں موت اور زندگی کا اختیار ہے اور انہوں نے مزید کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت و عشق کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مسلمان آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں' مسلمان جان تو دے سکتا ہے' لیکن رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری نہیں کر سکتا' ہر مشکل اور پریشانی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنا خالص توحید ہے' دین اسلام کی یہ خاصیت ہے کہ اپنے ماننے والوں کو اخوت و محبت کی ایک لڑی میں پرو دیتا ہے' یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کا درد پوری امت کا درد ہوتا ہے' آخر میں

انہوں نے کہا کہ حکمرانوں کے لئے اب دو ہی راستے ہیں حقوق نسواں بل کو منسوخ کردیں یا عذاب الٰہی کا انتظار کریں' تعلیمی پالیسی کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنایا جائے اور قرآن کے "چالیس پاروں" کے وفاقی وزیر تعلیم کے بیان کا سختی سے نوٹس لیا جائے اور ان کو اس عہدے سے فوری طور پر برطرف کرکے ان پر توہین قرآن کا مقدمہ چلایا جائے۔

ختم نبوت کیلئے تیس ہزار مسلمانوں نے اپنا لہو بہایا ہے تو اب تیس لاکھ مسلمان تحفظ ناموس رسالت کیلئے اپنا لہو بہانے کو سعادت سمجھیں گے: علماء

ٹنڈو آدم (نامہ نگار) مجاہدین ختم نبوت کا ایک اہم اجلاس دفتر ختم نبوت ایم اے جناح روڈ پر مرکزی مبلغ مولانا محمد راشد مدنی کی زیر صدارت منعقد ہوا' جس میں مفتی محمد طاہر مکی' مقامی امیر حکیم حفظ الرحمٰن' ناظم اعلیٰ محمد اعظم قریشی' ناظم تبلیغ ڈاکٹر محمد خالد آرائیں' ناظم نشرو اشاعت حافظ محمد فرقان انصاری' خازن ماسٹر محمد سلیم مدنی' حافظ محمد زاہد حجازی' حافظ محمد طارق حمادی سمیت تمام کارکنوں نے شرکت کی' مولانا مدنی نے اپنے خطاب میں کہا کہ حقوق نسواں بل ہو یا روشن خیالی کا نعرہ یہ سب پیش خیمہ ہے توہین رسالت والے قانون کو ختم کرنے یا اسے غیر موثر بنانے کا' جو مسلمان کسی صورت برداشت نہیں کریں گے' یہ سودا حکومت کو بہت مہنگا پڑے گا اور اس مسئلہ پر عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو مزاحمت ہوگی اس کا اندازہ بھی حکومت نہیں لگا سکتی' ماضی میں اگر تحفظ ختم نبوت کے لئے تیس ہزار مسلمانوں نے اپنا لہو بہایا ہے تو اب تیس لاکھ مسلمان تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنا لہو بہانے کو سعادت سمجھیں گے' لہٰذا اس مسئلہ پر حکومت سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالے' اجلاس میں اندرون سندھ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور آئندہ کے لئے نئی حکمت عملی ترتیب دی گئی' اور طے کیا گیا کہ اندرون سندھ قادیانیت زدہ علاقوں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم کی جانب سے تبلیغی وفد بھیجا جائے گا' یہ وفد کئی افراد پر مشتمل ہوگا جو مولانا مدنی کی زیر قیادت قادیانیت زدہ علاقوں کا دورہ کرکے وہاں پر موجود مسلمانوں کو باقاعدہ طور پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ممبر بنائے گا' اجلاس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم کی جانب سے سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی حتمی کا فیصلہ تاریخ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ راہنما اور صوبہ سندھ کے امیر حضرت علامہ احمد میاں حمادی دامت برکاتہم کی سفر حج سے واپسی تک موخر کردیا گیا' تاہم یہ کانفرنس ماہ اپریل میں ہونے کی سفارش کی گئی۔ اجلاس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اندرون سندھ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرکے انہیں آئین کا پابند بنائے' قادیانیوں کو پاک فوج سے نکالا جائے کیونکہ قادیانی گروہ جہاد کا منکر ہے اور پاک فوج کا موٹو جہاد ہے' حقوق نسواں بل کے نام پر لایا جانے والا فحاشی کا بل کالعدم قرار دیا جائے' ناموس رسالت سے متعلق قوانین سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے' اجلاس میں قائدین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت اقدس خواجہ خان محمد دامت برکاتہم' حضرت اقدس سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم' مفکر ختم نبوت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ' حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ' علامہ احمد میاں حمادی مدظلہ' مولانا سعید احمد جلال پوری اور دیگر تمام راہنماؤں کی صحت اور درازی عمر کیلئے خصوصی دعا کی گئی۔ دریں اثنا مجلس ٹنڈو آدم کے امیر حکیم حفظ الرحمٰن کے بڑے صاحبزادے شفیق الرحمٰن جو خاصے عرصہ سے صاحب فراش تھے' گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے انتقال کرگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ مولانا محمد راشد مدنی کی امامت میں ادا کی گئی۔ مفتی حفیظ الرحمٰن رحمانی' مفتی محمد طاہر مکی' محمد اعظم قریشی' ڈاکٹر محمد خالد' حافظ محمد فرقان انصاری' ماسٹر محمد سلیم مدنی' حافظ محمد زاہد حجازی' حافظ محمد طارق حمادی' علی نواز خاصخیلی' حافظ محمد اکرم طوفانی' یار محمد ابڑو' صحافی ذیشان شیخ اور تمام ساتھیوں نے امیر صاحب کے گھر جاکر ان سے تعزیت کا اظہار کیا اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔ قارئین سے بھی بلندیٔ درجات اور دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

حضرت اقدس حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحبؒ (سکھر) کے جانشین و خلیفہ حضرت ڈاکٹر محمد صابر مدظلہ العالی شدید علیل ہیں۔ قارئین ختم نبوت سے درخواست ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی جلد از جلد صحت یابی کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ان کے احباب و مریدین کو مالا مال فرمائے۔ آمین۔

ماہنامہ "مسیحائی" کے مدیر اعلیٰ مخدوم زادہ احمد خیر الدین انصاری صاحب شدید علیل ہیں اور عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔ قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

انتقال پر ملال

میر پور خاص (نامہ نگار) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور خاص کے سرپرست مولانا محمد اشرف صاحب گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ مولانا نے اولاد صالح چھوڑی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے ان کی اولاد سے مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے تعزیت کی۔ دریں اثناء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھڈو کے رکن مجلس عمومی حافظ محمد شریف صاحب کے بڑے بھائی عبدالرشید غوری بھی گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ مولانا محمد علی صدیقی نے حافظ محمد شریف اور مرحوم کے گھر والوں سے تعزیت کی۔ قارئین ختم نبوت سے درخواست ہے کہ ان حضرات کی بلند درجات کے لئے دعا کریں۔

عالمی مجلس
تحفظ ختم نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

اپنے تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے
زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 4583486-4514122 فیکس: 4542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ براچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 2780337 فیکس: 2780340

اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن براچ

نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ: رقم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد — امیر مرکزیہ

سید نفیس الحسینی — نائب امیر مرکزیہ

(مولانا) عزیز الرحمن — ناظم اعلیٰ